

مجالس ترائی

(جلد سوم)

عنوان عشرہ

قیامت اور قرآن

علامہ رشید ترائی

مرتبہ

الحاج علامہ سید ضمیر اختر نقوی

مرکز علوم اسلامیہ

فلیٹ نمبر ۴۔ آئی۔ نعمان ٹیسس۔ فیز۔ ۳۔
یونیورسٹی روڈ۔ گلشن اقبال۔ بلاک گیٹارہ۔ کراچی

شکرہ سید قائم علی باتری
دعائی سید نذر عباس
۱۱-۱۱-۲۰۰۸

یہ الیکٹرونک PDF فائل اپنے بچوں کے لیے بنائی
دوسرے مومنین بھی استفادہ کر سکتے ہیں
اگر ان کے محالک میں اردو اسلامی بکس
دستیاب نہ ہوں ۔

طالب دعا

محمد تنزیل عباس رضوی
11.11.2008

پہلا ایڈیشن (۱۹۹۳ء)

فون نمبر : 021-4612868

موبائل نمبر : 0300-2778856

مَرْكَزُ عَلَوِيَّاتِ اِسْلَامِيَّةٍ

فلپٹ نمبر ۴۔ آئی۔ نعمان ٹیرس فیز ۳
یونیورسٹی روڈ، گلشن اقبال بلاک گیارہ کراچی

فہرست

”قیامت اور قرآن“

۷	_____	مجلسِ اول
۲۳	_____	مجلسِ دوم
۳۹	_____	مجلسِ سوم
۵۵	_____	مجلسِ چہارم
۷۱	_____	مجلسِ پنجم
۸۳	_____	مجلسِ ششم
۹۷	_____	مجلسِ ہفتم
۱۰۹	_____	مجلسِ ہشتم
۱۱۹	_____	مجلسِ نہم
۱۳۹	_____	مجلسِ عاشورہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حجتہ الاسلام علامہ عقیل ترائیؒ کے ناثرات

واقعہ کربلا ہی نوع انسان کے لئے ایک لافانی درس گاہ ہے۔ اس درس نے پوری کائنات پر اثر قائم کیا اور پوری انسانیت کو متاثر کیا، یقیناً عالم اسلام پر واقعہ کربلا کے بڑے گہرے اثرات ہیں، نہ صرف مذہب اور عقائد کے اعتبار سے بلکہ ثقافت، سیاست، تمدن اور ادب کے لحاظ سے ہر گوشہ حیات پر واقعہ کربلا اثر انداز ہے، اس درس کی حفاظت ایمان کی دلیل ہے۔ اس درس کو فراموش نہیں کیا جاسکتا، خصوصاً اردو ادب پر واقعات کربلا کے جو اثرات ہیں، کسی فرقے کے انفرادی ہول، اردو ادب ان اثرات سے باہر نہیں جاسکتا، اردو ادب پر کربلا نے کیا اثرات قائم کئے ہیں یہ طویل بحث ہے، علامہ رشید ترائیؒ اعلیٰ اللہ مقامہ نے دس مجلسیں ”ادب اور مذہب“ کے عنوان سے ۱۹۶۳ء میں نشتر پارک میں کی تھیں۔

حق و باطل کے امتیاز کے سلسلے میں اس دور میں جو کوششیں کی جا رہی ہیں وہ بھی قابلِ قدر ہیں۔ ایک گروہ امویت کے زیرِ اثر ہے، ایک گروہ ملکیت کا حامی ہے لیکن ایک گروہ وہ بھی ہے جو حقانیت کا حامی ہے جو ایمان کے تابع ہے، یہ حضرات چاہتے ہیں کہ واقعہ کربلا کو محفوظ کریں، کربلا کا ذکر محفوظ رہے، اسی سلسلے میں علامہ رشید ترائیؒ اعلیٰ اللہ مقامہ کی یہ تقاریر بھی تحریر کی گئی ہیں، کتابی شکل میں علامہ کی جو تقاریر ہیں ان میں وہ لذت نہیں ہو سکتی جو خود علامہ مرحوم کے بیان اور کلام میں ہوتی تھی، وہ جب تقریر کرتے تھے تو ایک شجاعت، ایک شہامت اور لذت محسوس ہوتی تھی، بہر حال جو بھی کوشش کی گئی ہے اللہ اس کوشش کو قبول کرے۔

علامہ رشید ترائیؒ صرف ایک ذاکر ہی نہیں بلکہ ایک عالم، ایک صحافی، ایک قانون داں، ایک اچھے شاعر اور ادیب بھی تھے، تمام صفات کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے ان تقریروں کا مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہو گا کہ یہ تقاریر بروقتی اور ایک خاص فرقے کے لئے نہیں بلکہ علامہ مرحوم نے یہ پیغام دیا کہ سید الشہداءؑ کی عظیم شخصیت جو رشکِ ملائک ہے و فخرِ کائنات ہے اسی عظیم شخصیت کے واقعات کو ہر فرقہ و فرقہ و فرقہ و فرقہ کو حفظ کرنا چاہیے یہ ایمان کی دلیل ہے، اللہ آپ سب کو جزائے خیر دے۔ !

عنوانِ عشرہ

قیامت اور قرآن

دس مجلسیں

بمقام نشر پارک - کراچی

۱۹۶۸ء

علامہ رشید ٹرابی

سلام

علامہ رشید ترائیؒ

جب کبھی دل نے کسی غم میں کہا ہائے حسینؑ
 دو رنگ عالم غربت میں نظر آئے حسینؑ
 رات اندھیری ہے تو منزل سے ہٹنا کیسا
 اپنی آنکھوں میں ہے جب نقشِ کفِ پائے حسینؑ
 بندگی ایک تو بندوں کی حقیقت بھی ہر ایک
 پھر جو منشائے محمدؐ ہے وہ منشاے حسینؑ
 کربلا آج بھی باقی ہے اٹھ ہاں بے خوف
 یہی امر و ز تو ہے مقصدِ فردائے حسینؑ
 آئے خیمہ کی طرف پھر گئے پھر آئے حسینؑ
 ماں کا دل جانتا ہے گود میں کیا لائے حسینؑ
 دی ہے فاسم نے صدا، آگیا سرور کو جلال
 لے کے عباسؑ کو قتل میں چلے آئے حسینؑ
 قتلِ اکبر پہ کھلا ہے دلِ شبیر کا حال
 خاک میں مل گئی اس طرح سے نیاے حسینؑ
 کاش تم دیکھتے بچے سے ہوا ہے جو سلوک
 روز عاشور یہ تھی اک تمنائے حسینؑ
 امتحانِ آخرِ سجدہ ہے شہداء کو منظور
 ہے زمیں پر نگہ زلزلہ پیمائے حسینؑ
 آنکھیں سرور کی کھلیں، خطبے کا آغاز ہوا
 ہے یہ زینبؑ کا جہاد، اور بایائے حسینؑ
 حشر تک ہم نے بھی جینے کی قسم کھائی ہے
 نزع میں دیکھ لیا ہے رخِ زبائے حسینؑ
 ہر قدم دشمنِ تانہ سے الجھنا ہے رشید
 ہر نفس دیکھتے ہیں زورِ تولائے حسینؑ

مجلس اوّل

” قیامت اور قرآن “

- ۱۔ قیامت غیب ہے، قیامت کا منکر دائرہ اسلام سے خارج ہے۔
- ۲۔ جس نے تفصیل تکوین بتائی ہے وہی تفصیل قیامت بھی بتا سکتا ہے۔
- ۳۔ بیچ ابلاغہ میں توحید اور قیامت کی تفصیل ہے۔
- ۴۔ قیامت میں ہر اُمت اپنے امام کے ساتھ آئے گی۔
- ۵۔ رسولؐ نے فرمایا: ہم اور قیامت ساتھ ساتھ ہیں۔
- ۶۔ قیامت میں حضرت فاطمہؑ زہراءؑ کی آمد۔
- ۷۔ مراثیہ میرٹھس میں امام حسینؑ عیسیٰؑ سلام کی رخصت حضرت فاطمہؑ زہراءؑ کی قبر سے۔

۱۹۶۸ء

یکم محرم

نشر پارک۔ کراچی

مجلس اول

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ لَا أُقْسِمُ بِيَوْمِ الْقِيَمَةِ
وَلَا أُقْسِمُ بِالنَّفْسِ اللَّوَّامَةِ (سورہ قیامہ آیت ۱- اور ۲)

عنوان کا اعلان کیا جا چکا ہے ”قیامت اور قرآن“ کے عنوان پر یہاں مسلسل گفتگو ہوگی۔ استعمال کے اعتبار سے لفظ عام ہے ”قیامت“ ہمارے روزمرہ میں، بول چال میں، نظم میں، نشر میں، صبح سے شام تک اتنی بار یہ لفظ استعمال ہوتا ہے کہ اس کے معنی اور تفصیل کی ضرورت نہیں ہے۔ اس کے باوجود، کیا یہ حقیقت ہے کہ سارے مسلمان تفصیل قیامت سے واقف ہیں؟ کیا یہ صحیح ہے کہ سب کو قیامت پر ایسا ہی یقین ہے جس کی تعلیم قرآن میں بھی ہے یا جو تفصیلات قیامت قرآن نے بیان کی ہیں کیا ان تمام تفصیلات پر مسلمانوں کو یقین ہے، اعتماد ہے، ان تمام تفصیلات کو جب آپ نہیں گے تو ایک گونا جرت ہوگی کہ یہ کس قیامت کا ذکر ہے۔ کون مسلمان ہے جو اپنے آپ کو قیامت کا منکر بتائے۔ یہ عجیب بات ہے، قیامت غیب ہے، اور اگر غیب سے اتصال نہیں ہے تو قیامت پر عقیدہ درست نہیں ہے۔ یہ بڑی عجیب بات ہے کہ کسی غیب سے انکار کر کے کسی غیب پر ایمان لانا۔ یہ سلسلہ فکر کی بڑی خامی ہے۔ جب آپ شروع کرتے ہیں قرآن، بے اختیار آپ کو یہ درس دیا جاتا ہے کہ یہ کتاب ان صاحبان تقویٰ کی ہدایت کے لیے ہے :- الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِالْغَيْبِ (سورہ بقرہ آیت ۱۷۷) جن کا ایمان غیب پر ہے۔ ”عجیب بات ہے یہ کہ اگر معاد غیب ہے تو مبداء بھی غیب ہے۔ اور اگر کوئی مبداء کو سمجھ نہ سکے تو معاد کو کیسے سمجھے گا۔ اس لیے

غیب سے غیب متصل ہے۔ اور یہ سلسلہ فکر اعلان کرتا ہے کہ کسی غیب کو اُسی وقت مانا جاسکتا ہے جب ہر لحظہ غیب سے اتصال ہو اور اُنس ہو، اس سلسلہ تمہید میں ایک بات اور عرض کر دی کہ وہ کون سا آسمانی مذہب ہے جس نے قیامت کا تذکرہ نہ کیا ہو، ہر آسمانی مذہب میں قیامت کا تذکرہ ہے مگر انیکہ جو مذاہب آسمانی نہیں تھے، الہامی نہیں تھے اُن کی پہچان ہی یہ قرار پائی کہ وہ قیامت کی تعلیم کر کے یہ بتائیں قیامت نام ہے اپنے پیشوا کی حضوری کا، چنانچہ ہمارا ایک طبقہ جو اپنی تعداد کو زیادہ دکھلانے میں مصروف ہے اور جو ایسا نہیں ہے۔ اس سے پہلے جس کو بہائی کہتے ہیں، یہ تفصیل دی کہ معنی قیامت یہ ہیں کہ حضرت ابراہیمؑ کے لیے قیامت ہے، موسیٰ کا آنا، موسیٰ کے لیے قیامت ہے عیسیٰ کا آنا، عیسیٰ کی شریعت کے لیے قیامت ہے محمدؐ عربی کا آنا، اور اس کے بعد اُنھوں نے کہا کہ ۱۲۶۲ھ میں ۵ جمادی الثانی کو رات کو گیارہ بجے محمدؐ علی باب پیدا ہوئے اور اس طرح سے یہ محمدؐ عربی کی قیامت آگئی۔ اور اب یہ اُن کا دور ہے، معلوم نہیں کب تک جائے گا یہ دور، اُنھوں نے قیامت کے یہ معنی لیے کہ کسی کی شریعت کا ختم ہو جانا۔ اور اس کے بعد سارے معنی بدل دیے، اعراف، کوثر، سلسبیل، جحیم، میزان، صراط، سب کے معنی علیحدہ اور مختلف بیان کیے ہیں۔ بالکل اسی طرح ہمارا احمدی (COMMENTATOR) مبصر قرآن کا ترجمہ کرتے ہوئے جہاں جہاں لفظ قیامت اور اُس کی تشریح آئی اُنھوں نے کہا، یہ ضروری نہیں ہے کہ آنے والے زمانے سے مراد لی جائے، بلکہ یہی بدر، اُحد، خندق، خیبر، یہ مسلمانوں کی کمزوری کا زمانہ، مسلمانوں کی ترقی کا زمانہ یہی ہے تفصیل محشر، ہوا یہ کہ جہاں جہاں نگاہیں مقید تھیں محسوسات کی، جہاں حس ظاہری کی قید میں نگاہیں تھیں وہ نگاہیں حس ظاہری سے باہر نہ جاسکیں۔ اور وہ غیب تک پہنچ سکیں،

انہوں نے کہا قیامت حواس میں نہیں ہے جو حواس میں آئے وہی قابلِ گفتگو ہے قیامت حواس نہیں ہے، محسوس نہیں ہے اس لیے اُس کا انکار ان مذاہب نے کیا جو خود ساختہ و پرداختہ تھے اور جنہوں نے غلط انداز میں القاءِ ربانی کا انکار کیا اور یہ بتلانے کی کوشش کی کہ ہم پر بھی وحی آتی تھی، حیرت ہے سنتِ الہی جو آدم سے لیکر خاتمِ مکہ تھی اور جس نے ہر دور میں یہ بتلایا کہ قیامت آنے والی ہے اُس کو کیا ہو گیا بعدِ خاتم جن لوگوں نے پہلے مُصلحِ پھر نبی اور بعد میں خدا بننے کا دعویٰ کیا ان لوگوں پر اس طرح کی وحی آگئی کہ قیامت نہیں ہے۔ یہ باتیں ہمارے سمجھ میں نہیں آتیں، لیکن عنوانِ تعویذ سے یہ امر خارج ہے کہ دوسرے مذاہب کے پاس کیا عقیدہ ہے۔ عنوانِ تقریر یہ ہے کہ عقیدہٴ قرآن کے اعتبار سے قیامت کیا ہے۔ یا اذنانِ قرآن نے قیامت کو کس طرح سے پیش کیا ہے۔ یہی بحث ہے۔ چونکہ ہم قرآن سے گفتگو کر رہے ہیں اس لیے سارا عالم اسلام ہمارے پیشِ نظر ہے ہم مسلمانوں کو دیکھتے ہیں اور ظاہر ہے کہ ہم مسلمانوں کی تربیت کو اپنا شعار بنائیں اور اس سے آگے بڑھنے کی کوشش نہ کریں تو ہم بڑی حد تک اپنے علمِ عمل کے میدانوں میں کامیاب و کامران ہو سکتے ہیں۔

میں عرض کر رہا تھا کہ ہر الہامی مذہب نے قیامت کے عقیدے پر نہ فقط زور دیا بلکہ اُس کو اصولِ مذہب اور اصولِ دین میں داخل کر دیا۔ آپ کے پاس بھی قیامت اصولِ دین میں ہے و فروغِ دین میں نہیں ہے، قیامت کا منکر دائرۃ اسلام سے خارج ہے چونکہ اصول میں ہے اس لیے ہم کو یہ دیکھنا ہے کہ ہم ہی میں سے ہمارے ہی دائرے میں کیا واقعی سب کا عقیدہ قیامت پر ایسا ہی ہے جو قرآن چاہتا ہے۔ اس پر غور کریں گے، اس مسئلے کو بڑی سنجیدگی کے ساتھ لے کر آگے بڑھنا پڑے گا، مختصر سی تہید کے بعد صرف اتنا عرض کروں کہ اگر مبداءِ دل و دماغ میں پوری طرح سے یقین کے ساتھ محکم نہیں ہے، معاد پر

بھی یقین ناممکن ہے، آغاز پر اگر ایمان نہیں ہے تو انجام پر ایمان نہیں ہے۔ اگر ابتدا غلط ہے تو انتہا غلط، یعنی اگر یہ دنیا صرف مادے سے بنی ہے تو روح پر نہیں جاسکتی، مادے سے بنی ہوئی دنیا مادے پر ختم ہو جائے گی، اگر آغاز مادہ ہے تو انجام مادہ ہے۔ اور اگر آغاز میں کسی کا امر ہے کسی کا حکم ہے کسی کا ارادہ ہے کسی کی مرضی ہے تو انجام بھی کسی کا حکم ہے کسی کا ارادہ ہے کسی کی مرضی ہے اور وہی مرضی ہے جس مرضی نے ہم کو خلق کیا ہم اپنی مرضی سے نہیں پیدا ہوئے، ہم جب اپنی مرضی سے پیدا نہیں ہوئے تو اپنی مرضی سے مرنا بھی نہیں ہے اور جب اپنی مرضی سے مرنا نہیں ہے تو پھر اپنی مرضی سے اُس کی بارگاہ میں حاضری نہیں ہے، وہ جب چاہے بُلاتے، جب چاہے قیامت آئے، اس اعتبار سے پہلی فکر مبداء سے متعلق ہے، ابتداء کیا ہے۔ کائنات کیسے شروع ہوئی، عالم اسلام کے کیا کسی ایسے مفکر کا نام آپ کو یاد ہے جس نے آغازِ خلقت پر گفتگو کی ہو، جس نے مبداء پر گفتگو کی ہو، جس نے بنائے عالم پر گفتگو کی ہو، عالم اسلام کا کوئی مفکر، کوئی محدث، کوئی فقیہ، کوئی مفسر، کوئی صاحب کشف، کوئی صاحب باطن، کوئی دنیا سے کنارہ کشی کرنے والا، کوئی مرشد، کوئی پیر طریقت، کوئی راہبر کسی نے بھی مبداء پر گفتگو کی ہے عالم اسلام میں خلاقوں سے لے کر ملوکیتوں تک، ملوکیت سے لے کر مسندِ رشد و ہدایت تک، مسندِ رشد و ارشاد سے لے کر عالم کے مدعی حکیم و فلسفی تک کسی نے گفتگو کی ہے مبداء پر، آغازِ کائنات کیا ہے، جس کو حق پہنچتا ہے مبداء پر گفتگو کرنے کا اُسی کو حق پہنچتا ہے قیامت پر گفتگو کرنے کا۔ ورنہ جو آغاز و ابتداء و مبداء کی منزل پر چپ ہو گئے وہ قیامت کے سلسلے میں بھی خاموش نظر آئے، فقیہ تھے، محدث تھے، مفسر تھے، مفکر تھے بڑی محنتیں کیں، دنیا کو کسی راہ پر لے جانے کی کوشش کی مگر ایسا معلوم ہوتا ہے :

سُنی حکایت ہستی تو درمیاں سے سُنی

نہ ابتداء کی خبر ہے، نہ انتہا معلوم (شاد عظیم آبادی)

قیامت کو آنا ہے، قیامت کو کیوں آنا چاہیے، مبداء سے معاد تک تعلق کیا ہے، تسلسل کیا ہے، اُس کی کیا مصلحت ہے کہ قیامت ہو، کبھی کسی نے ان اُمور پر گفتگو کی، کتنے بڑے بڑے لکھنے والے ہیں جنہوں نے اہم عنوانات پر کتابیں لکھی ہیں لیکن کسی کتاب کا عنوان آپ کی نظر سے گذرا "مبداء اور معاد" آغاز و انجام، بڑی دھوم سُنتے تھے بڑا شہرہ سُنتے تھے عبدالوہاب کی کتاب "کتاب التوحید" کا یہ وہی فرقہ واریہ کا بانی ہے، کوشش کی اُس کو پڑھنے کی، سمجھنے کی، ایک مختصر سی کتاب اُس میں بس یہی کہ غیر خدا کو نہ پکارو، معنی توحید میں جو کہ یہی رہ گئے کہ انسانوں کا تذکرہ نہ کرو، ذکر میں اللہ کے بندوں کا نام نہ لو، کسی کو اپنا قائد نہ سمجھو، اللہ، اللہ، اللہ اور بس۔ ! یہ توحید کی وہ راہ ہے جو اس مختصر سی کتاب میں دکھلائی گئی ہے، سارا زور اسی بات پر کہ مسلمانوں میں ایک طبقہ یا چند افراد ایسے ہیں جو انسانوں کا بڑا احترام کرتے ہیں، وہ احترام نہ کیا جائے اس لیے کہ وہ احترام بندگی کی حدود تک پہنچتا ہے، یہ ہے "کتاب التوحید" بازار میں موجود ہے اردو ترجمے کے ساتھ۔ !

میں پھر آپ کو متوجہ کروں کہ پورے عالم اسلام میں کسی نے تفصیل سے احوالِ تکوین کو بیان کیا کہ دنیا کیسے بنی، امر الہی کیسے جاری ہوا، تفصیلِ تکوین کیا ہے، تکوین آپ سمجھ رہے ہیں یعنی (CREATION) خَلْقِ دُنْیَا، تفصیلِ تکوین کیا ہے، کسی نے بتایا کہ تفصیلِ تکوین کیا ہے جو تفصیلِ تکوین نہ سمجھا سکے وہ تفصیلِ محشر کیا بتائے گا۔

محشر پر گفتگو کے لیے لازمی تھا کہ آغاز پر سپرد گفتگو ہو، یہی گفتگو یہ کہ

آپ اگر محسوسات سے جا رہے ہیں تو محسوس پہلا امر یہ ہے کہ آپ خود اپنے خالق نہیں ہیں، آپ نے اپنے آپ کو پیدا نہیں کیا، نہ آپ کا ارادہ تھا، نہ آپ کی مرضی تھی، نہ آپ کا منشاء تھا، نہ آپ کا حق تھا، آپ ہو گئے، کیسی کا حکم تھا، بے اختیار نفس انسانی نے شعائر کی منزل پر پہنچ کر کہا، 'میرا کوئی پیدا کرنے والا ہے، بے اختیار نفس انسانی نے شعور کی منزل پر پہنچ کر آواز دی، 'میرا کوئی خالق ہے،' اسی کو قرآن مجید نے سورۃ الاعراف کی ۱۷۲ ویں آیت میں یوں ارشاد فرمایا:

”وَلَاذْأَخَذَ رَبُّكَ مِنْ بَنِي آدَمَ مِنْ ظُهُورِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ
وَأَشْهَدَهُمْ عَلَى أَنْفُسِهِمْ ۖ أَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ ۖ قَالُوا
بَلَىٰ ۖ شَهِدْنَا ۖ أَنْ تَقُولُوا يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِنَّا كُنَّا
عَنْ هَذَا غَافِلِينَ ۝“ (سورۃ الاعراف آیت ۱۷۲)

”اور یاد کرو اُس وقت کو جب کہ ہم نے اولاد آدم کی ذریت میں سے اُن کے نفوس کو طلب کیا، اور اُن کے نفوس کو اُن پر گواہ قرار دیا، کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں (نفس انسان نے شعور کے ساتھ) کہا بیشک (تو ہمارا رب) ہے (کیوں شہادت لی اور کیوں شہادت دی) (اس لئے گواہی لی ازل میں کہ کہیں قیامت کے دن انکار نہ کر دو کہ ہم کو تو علم نہیں تھا۔“

وہ ازل، وہ ابد، وہ آغاز، وہ انجام، وہ ابتداء میں شہادت، وہ انتہا میں ایک سوال، بتاؤ تم نے شہادت دی تھی کہ نہیں دی تھی، تم نے گواہی دی تھی کہ نہیں دی تھی، ہر نفس کو اس کا یقین ہے کہ کسی نے اُس کو پیدا کیا جس نے خلق کیا وہ ہی حیات دینے والا ہے اور وہی موت دینے والا ہے اُسی کو یہ حق پہنچتا ہے کہ اگر ایک مرتبہ حیات عطا کی تھی تو پھر ایک مرتبہ حیات دے اور قبروں سے اٹھائے۔

عرض کیا جا رہا تھا کہ انسان کمالِ شعور پر شہادت دے رہا ہے کہ اُس کا کوئی رب ہے، مگر وہ یہ کہہ سکتا ہے کہ رب کیا ہے؟ کیسا ہے؟ کہاں ہے؟ کب سے ہے؟ اُس کی کیا صفات ہیں؟ اُس کی کیا کیفیات ہیں؟ کوئی کہہ سکتا ہے توحید کے معنی تو یہی تھے کہ علم الہی میسر ہو، اس اعتبار سے مبداء کا علم آغاز کا علم خالق کی معرفت، اُس کا پہچانا سب پر لازم ہے، تاکہ قیامت سمجھ میں آئے، مبداء اور معاد، آغاز و انجام، ابتداء اور انتہا، مبداء کے لیے جب ہم نے یہ کہا کہ ہمارا پیدا کرنے والا کوئی ہے، تو کس کو یہ حق پہنچنا ہے کہ اُس پیدا کرنے والے کی توصیف کرے؟ میں نے دوسری مرتبہ اس سوال کو آپ کے سامنے پوچھا ہے۔

اولین و آخرین میں کوئی نام اگر آپ کو یاد ہو جس نے تفصیل دی ہو تو بتائیے میں سمجھوں گا خدا شناسی کا حق ادا ہوا ہے مگر ایسا نہیں ہے، جہاں جہاں نظر جاتی ہے ایک خلا ہے، لیکن سورہ فاطر کی آیت ہے:

”ثُمَّ أَوْرَثْنَا الْكَتَبَ الَّذِينَ اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا“
(سورہ فاطر آیت ۳۵)

”پھر ہم نے کتاب کا وارث بنایا اُن کو جو ہمارے بندوں میں مصطفیٰ تھے۔“
یہ عجیب بات ہے کہ مصطفیٰ بندوں نے یہ حق ادا کیا اور توحید پر گفتگو کی یہ گفتگو بظاہر ادا ہے، بڑی شکل ہے مگر میرے ساتھ فکر کیجیے، سوچنے کی عادت ڈالیے، فکر کس منزل پر ہے، ہم نے تو یہ کہہ دیا، کوئی ہے ہمارا پیدا کرنے والا..... لیکن حلال مشکلات علیٰ ابن ابی طالبؑ کے علاوہ ہے کوئی دوسرا جو توحید پر اس طرح گفتگو کرے:

”فَمَنْ وَصَفَ اللَّهَ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَى فَقَدْ قَرَنَهُ بِمَنْ

قَرَبَهُ فَقَدْ شَاءَ ۖ وَمَنْ شَاءَ فَقَدْ جَرَّاهُ ۖ وَمَنْ
 جَرَّاهُ فَقَدْ جَمَلَهُ ۖ وَمَنْ جَمَلَهُ فَقَدْ أَشَارَ إِلَيْهِ ۖ
 وَمَنْ أَشَارَ إِلَيْهِ فَقَدْ حَدَّاهُ ۖ وَمَنْ حَدَّاهُ فَقَدْ
 عَدَّاهُ ۖ وَمَنْ قَالَ فِيمَ فَقَدْ ضَمَّنَهُ ۖ وَمَنْ
 قَالَ عَلَىٰ مَ فَقَدْ أَخْلَىٰ مِنْهُ كَأَنَّ لَ عَنْ حَدِّثِ
 مَوْجُودٌ لَا عَنْ عَدَمِهِ ۖ مَعَ كُلِّ شَيْءٍ لَا بُعْدَانَةَ ۖ

(ترجمہ)

پس جس نے اللہ پاک و منتزہ بند و برتر کو موصوف سمجھا تو اُس نے اُس کا
 ایک ساتھی بنادیا، اور جس نے اُس کا ساتھی مقرر کیا اُس نے دوئی پیدا کی،
 اور جس نے اُس کو دوئی کے ساتھ مان لیا اُس نے اُسے تقسیم کر دیا، اور جس نے
 اور جس نے اُسے تقسیم کر دیا اُس نے جہل و لاعلمی کا اظہار کر دیا اور جس نے
 اُس سے جہل و بے خبری اختیار کر لی، اُس نے اُسے اشارے کے قابل
 سمجھ لیا، اور جس نے اُس کی طرف اشارہ کر دیا تو اُس نے اُس کی حد مقرر کی
 اور جس نے اُس کی حد بندی کر دی اُس نے اُسے گن لیا اور دوسروں جیسا
 ہی سمجھ لیا، اور جس نے کہا کہ وہ کس میں ہے تو اُس نے اُسے کسی چیز کے
 اندر (میں) تسلیم کر لیا، اور جس نے اُس کے لیے کہا کہ کس شے پر ہے پس
 اُس نے اُس سے دوسری جگہوں کو خالی جان لیا، وہ اپنی ذات سے ہے
 ہوا نہیں، وہ از خود موجود ہے، عدم سے وجود میں نہیں آیا، وہ ہر شے کے
 ساتھ ہے مگر جسمانی طور پر ملا ہوا نہیں ہے۔۔۔“

” جس نے اُس کی کیفیت بیان کی وہ موحد بن سکا مَا وَحْدَهُ مَنْ
 كَيْفَهُ ۖ وَلَا حَقِيقَتَهُ أَصَابَ مَنْ مَثَلَهُ ۖ جس نے اللہ کی کیفیت

بیان کی کہ وہ اس کیفیت میں ہے اُس کی توحید ثابت نہیں ہے، اور جس نے اُس کی کوئی مثال دینے کی کوشش کی وہ حقیقت تک نہ پہنچ سکا، وَلَا اَيَّاهُ عَنِيَ مَنْ شَبَّهَهُ اور جس نے اُس کی تصویر کھینچی وہ اپنی مراد تک نہ پہنچ سکا، وَلَا صَعَدَ مَنْ اَشَارَ اِلَيْهِ وَ تَوَهَّمَهُ اور جس نے اُس کی طرف اشارہ کیا اُس نے اُس کی صمدیت (بلے نیازی) کو نہیں پایا، اور جس کو پہچان سکو۔ وہ صانع نہیں بلکہ مصنوع ہے، اور اُس کے علاوہ جو بھی قیام کرے وہ علت نہیں معلول ہے، اُس کو پیدا کیا گیا ہے، اُس نے جو اس دے دیے اور ثابت کر دیا کہ اُس کو جو اس کی ضرورت نہیں۔ ایک کو دوسرے کی ضد بنایا اور یہ ثابت کر دیا کہ اس کی کوئی ضد نہیں، اور آپس میں اشیاء کے قرینے سے ثابت کر دیا کہ اُس کا کوئی قرینہ نہیں، وہ ایسا موجود نہیں کہ کبھی کسی عدم میں رہا ہو، فَمَنْ وَصَفَ اللّٰهَ وَسُبْحَانَهُ وَتَعَالٰى فَقَدْ قَوْنَهُ جس نے اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی تعریف کر دی کسی بھی قرینے سے، جس نے اُس کی توصیف میں ذات کو صفت کر الگ کر دیا گویا اُس نے ذات باری میں دوئی پیدا کر دی، وَمَنْ قَوْنَهُ فَقَدْ شَتَّاهُ وَمَنْ شَتَّاهُ فَقَدْ جَزَّاهُ اور جس نے دوئی پیدا کی اُس نے شتیہ کیا اور تجزیہ (جز) کیا، اور جس نے تجزیہ (جز) کیا فَقَدْ جَهَّلَهُ اُس نے جہالت کا اظہار یعنی وہ جاہل رہا وَمَنْ جَهَّلَهُ فَقَدْ اَشَارَ اِلَيْهِ اور جس نے جہالت کا اظہار کیا اُس نے اُس کی طرف اشارہ کیا وَمَنْ اَشَارَ اِلَيْهِ فَقَدْ حَدَّهُ اور جس نے اُس کی طرف اشارہ کیا اُس نے اُس کی حدیں مقرر کر دیں وَمَنْ حَدَّهُ فَقَدْ عَدَّهُ اور جس نے اُسے محدود کیا اُس نے اُسے شمار میں لے لیا۔ یعنی جس نے خدا کو محدود کیا وہ جاہل رہا۔ وہ حق کو ادا نہ کر سکا۔

”فَطَرَ الْخَلَائِقَ بِقُدْرَتِهِ“ اُس نے اپنی قدرت سے مخلوق کو

پیدا کیا، کائنات کو پیدا کیا، ثُمَّ اَنْشَأَ سُبْحَانَہٗ فَتَقَّ الْجَوَارِ وَشَقَّ
 الْاَزْجَاءَ وَسَكَّائِلَ الْمَوَازِ پھر اُس پاک ذات نے جو (فضا) کو پھاڑ دیا
 اور اطراف کو کشادہ کیا اور خلار میں کشادگی و وسعت پیدا کی، اُس کے حکم نے درجہ
 کردی کائنات میں، یہاں تک کہ فَاجْرُی فِیْہَا مَاءٌ مُّثْلًا طِمَاطِیَّارَہٗ
 مُتَوَکِّمًا زَخَارَہٗ ایک سیال مادہ جاری کیا اور کائنات میں ہر طرف ایک
 سیال مادہ حرکت کر رہا تھا، اسی سیال مادے سے بلند یوں کو پیدا کیا سُبْحَانَہٗ
 مَرْفُوعًا۔ اُس نے پوری کائنات کو پیدا کیا اور اس سلسلہ تکوین میں وَارِثَ
 اللہِ سُبْحَانَہٗ، بَعُوْدُ بَعْدَ فَنَاءِ الدُّنْیَا اور بلاشبہ اللہ سبحانہ
 نے جس طرح اس دنیا کو پیدا کیا اُسی طرح سے اُس کو فنا بھی کر دے گا۔
 ابھی ہم نے تفصیلِ خلقت پر گفتگو نہیں کی ہے مگر آہستہ آہستہ آگے بڑھ
 رہے ہیں، مولا ارشاد فرماتے ہیں اور دنیا کا فنا ہو جانا تعجب خیز نہیں ہے
 اس کی ابتداء تعجب خیز ہے۔

ارشاد فرمایا:

”اور ہاں اگر ساری دنیا کے جاندار اُس کے پرند اُس کے چرند اُس کے
 درندے اور اُس کے عقل مند، اُس کے مفکر، اُس کے حکیم اگر وہ سب کچھ
 جمع ہو جائیں اُن کے لیے ممکن نہیں ہے کسی بھی حال میں وہ سب جمع ہو کر
 کوشش کریں تو اُن کو قدرت حاصل نہیں ہے کہ ذرا اسی چیز بھی پیدا کر سکیں
 یہاں تک کہ وہ چمچر ہو۔ ایک چمچر کو ساری کائنات مل کر پیدا نہیں کر سکتی،
 اور نہ اُن کو یہ علم ہے کہ اُس کی ایجاد کس طرح سے ہو، عقلیں حیران ہیں کہ
 یہ چھوٹی سی مخلوق کیسے پیدا ہوئی، اِس لیے محروم و ناقص عقلیں واپس آئیں
 عقلیں حیران ہیں نہ چمچر کی نسل کو کوئی پیدا کر سکتا ہے اور نہ چمچر کی نسل کو کوئی

فنا کر سکتا ہے، دنیا صرف حیرانی کا اظہار کرتی ہے کہ یہ مخلوق بہت زیادہ سے دنیا کے سارے عقل مند مجھ کی نسل کو دنیا سے نہیں مٹا سکتے، کیوں نہیں مٹا سکتے؟ اس لیے کہ انھوں نے پیدا نہیں کیا ہے۔ جو پیدا کرتا ہے وہی فنا کرتا ہے جس کے دستِ قدرت میں خلقت ہے اُسی کے دستِ قدرت میں موت ہے۔

ارشاد فرماتے ہیں :

” دنیا کو فنا کر دے گا اور فنا کے بعد پھر اُس کو پلٹائے گا، یہ نہیں کہ اُس کو ضرورت ہے، یہ نہیں کہ اُس کو حاجت ہے، اس لیے نہیں کہ تنہائی سے گھبرا گیا تھا وہ مانوس ہونے کے لیے پھر قیامت ہو جائے اور مخلوق ہمارے پاس آجائے، نہیں، بلکہ وہ عدل کا تقاضہ ہے یہ آواز ہو، یہ انجام ہو۔“

یہ میں نے مختصر جملے مولائے کائنات کے مختلف خطبوں سے پیش کیے اور ”ہنج البلاغہ“ کو آپ کے سامنے رکھا، یہ بتلانے کے لیے کہ کسی اور مفکر نے توحید پر اس شان سے گفتگو کی ہو تو ہم اس کو اسلام کے بشیر کارناموں میں سے ایک کارنامہ سمجھیں گے۔ مگر عجیب بات یہ ہے کہ نہ کسی نے گفتگو کی نہ کسی نے دعویٰ کیا اور جس نے گفتگو کی اُس نے اس شان سے گفتگو کی، جب جالبیق نصرانی، نصاریٰ کے بہت بڑے عالم نے بعد وفات رسالت مآب علیؑ سے پوچھا میرا ایک سوال ہے آپ جواب دیجیئے۔ آپ نے کہا: پوچھ کیا سوال ہے؟ اُس نے کہا:

”آپؐ نے محمدؐ کے ذریعے سے خدا کو پہچانا یا خدا کے ذریعے

سے محمدؐ کو پہچانا — ؟“

آپؐ نے ارشاد فرمایا: تو نے بہت اچھا سوال کیا ہے، میں نے محمدؐ

کو پہچانا ہے خدا کے ذریعے سے، اب ذرا سزا رحمت ہوگی تقویروں میں
پابندی سے شریک ہوں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ اِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ ۝ وَاِذَا
النُّجُومُ اِنْكَدَرَتْ ۝ (سورہ تکویر آیت ۱-۲)

ترجمہ سمجھ بھی پیش کروں گا۔ گھر جا کر پورا سورہ پڑھیے، یہ سورہ تکویر ہے
مگر اتنی سی بات، رسولؐ نے کہا کہ قیامت آئے گی، کون رسولؐ، صاحبِ عرش
کے نزدیک رہنے والا، اس کی اطاعت سب پر لازم ہے، جو امین ہے وَمَا
صَاحِبُكُمْ بِمَجْنُونٍ ۝ (سورہ تکویر آیت ۲۲) وہ دیوانہ نہیں ہے۔

علیؑ کہتے ہیں میں نے خدا کے ذریعے سے رسولؐ کو پہچانا۔ رسولؐ جب
بولنے لگے اور دنیا کے سامنے وحی کو پیش کیا تو وحی نے بتلایا کہ یہ رسولؐ ہے۔
اُس دل و دماغ کی ضرورت ہے جو علت سے معلول کی طرف آئے، جو خالق سے مخلوق
کی طرف آئے، جو حبیب سے محبوب تک پہنچے۔ میں نے خدا کے ذریعے سے
رسولؐ کو پہچانا ”علیؑ فرماتے ہیں۔ یعنی خدا نے پہچنایا ہے کہ میرا بندہ یہ ہے
اب اگر دنیا نے رسولؐ کے ذریعے سے خدا کو پہچاننے کی کوشش کی، اس کے معنی
ابھی انھوں نے رسولؐ کو بھی نہیں پہچانا تو خدا کو کیسے پہچان رہے ہیں، اور خدا کو
پہلے پہچانا ہے تو پہلے خدا کے ذریعے سے رسولؐ کو پہچانو، بڑا اہم مسئلہ ہے عین
کمال کے ذریعے سے پہچانا، عین علم کے ذریعے سے پہچانا، عین عدل کے ذریعے
سے پہچانا، عین قدرت کے ذریعے سے پہچانا، ہر صفت کو دیکھ کر جب ادھر دیکھا
تو منظر پایا، جب ادھر سے ادھر دیکھا تب پتہ چلا کہ اس میں نقص نہیں ہے، اس
میں کوتاہیاں نہیں ہیں، کمی نہیں ہے، صرف ایک کمی ہے اور وہ یہ کہ یہ ممکن ہے
اور وہ واجب ہے۔ یہ عبد ہے وہ معبود ہے، اس منزلِ کمال پر اُس کو پہنچایا۔

جن کو یہ منزل نصیب نہیں تھی وہ مبداء کو یوں بھول گئے کہ مبداء اُن کے سمجھ میں نہیں آیا، اور قیامت کو یوں بھول گئے کہ جب مبداء ثابت نہیں ہے تو قیامت کو کیا سمجھیں گے۔ اور اصولِ دین کی تیسری اصل ہے نبوت، دنیائے اسلام نے کہا اصولِ دین تین ہیں۔ بحث کی ضرورت نہیں پوچھنا یہ ہے یہ تینوں اصولِ دین سمجھ میں آگئے مسلمانوں کے۔ اور جب مبداء اور معاد ہی سمجھ میں نہ آئے تو نبوت درمیان میں کیا سمجھ میں آئی، نبوت کا قیاس اپنے نفس پر کیا، اور کہا ہم جیسے تھے، ایسی منزل پر وہ لوگ کیا سمجھ سکیں گے اس فکر کو جو توحید سے عدل پر جائے، عدل سے نبوت تک جائے۔ اور نبوت سے ہدایت لے کر سلسلہ امامت کے ذریعے قیامت تک پہنچے :-

”يَوْمَ نَذْعُو اَكْلَ النَّاسِ بِاِمَامِهِمْ“ (سورہ فی اسرائیل آیت ۸۲)
یہ عقیدہ نہیں ہے کہ ضرورت ہے، جب وہاں تک پہنچ جائیں گے تو حق پیغمبر کو یہ کہنے کا کہ ہم وہاں بھی ہوں گے، رسول سے بڑھ کر کون حقدار ہے جو یہ دعویٰ کرے اس لیے کہ قرآن کہہ رہا ہے رسول وہاں ہوگا۔ رسول نے یہ کہا قیامت ہے تو چھوڑ نہیں دیا، ارشاد فرمایا: ”میں اور قیامت اس طرح سے ساتھ ساتھ ہیں“ اپنی انگلیوں کی طرف اشارہ کیا، اور جب وہاں تک آئیں گے تو نگرانِ اُمت بھی ہوں گے۔ ایسی منزل پر دیدنی ہوگا وہ حالِ قیامت کہ رسول آئیں گے اور کسی کو مختار بنائیں گے۔ آج یومِ قیامت بھی ہے، آج یومِ شفاعت بھی ہے۔

خورشیدِ آسمانِ ادب کا طلوع ہے وصفِ جنابِ فاطمہؑ زہرِ شروع ہے
قلبِ سلیم وقتِ خضوع و خشوع ہے اے قلب! قلبِ عصمتِ مریمؑ رجوع ہے

اے چشمِ پاک پر وہ مڑگاں کو ڈال دے
مردم کو جلد اپنے مکاں سے نکال دے

کہتے ہیں جس کو شافعِ محشر وہ فاطمہؑ ہے جو حسنِ حسینؑ کی مادر وہ فاطمہؑ
بیٹے کا آہ جس کے کٹا سر وہ فاطمہؑ بیٹی کی جس کی چھین گئی چادر وہ فاطمہؑ

کیا کیا مصیبتیں سہیں اُمت کے واسطے
آئیں گی روزِ حشر شفاعت کے واسطے (میر عشق)

پہلی محرم، پہلی مجلس، ذکرِ فاطمہؑ، سلسلے میں نام آیا، میری نگاہیں دیکھ
رہی ہیں کہ ۲۸ رجب کی رات کو جنت البقیع میں ماں کی قبر سے حسینؑ پلٹے ہوئے
ہیں۔ اور مادرِ گرامی سے اذن مانگ رہے ہیں کہ اماں وطن چھوڑ دوں، اماں
حسینؑ آوارہ وطن ہو رہا ہے۔

فاطمہؑ النبیہؑ خورا، فاطمہؑ دُرّۃ النّورۃ، فاطمہؑ حواءِ عالم عقل
فاطمہؑ صورتِ نفسِ مکی، فاطمہؑ مرثیہ کبریٰ، فاطمہؑ رشکِ صفورہ و آسیہؑ،
فاطمہؑ بضعتہ الرسولؐ، فاطمہؑ کمالِ عبادتِ الہی میں بتولؑ، فاطمہؑ جانِ
آلِ محمدؐ، فاطمہؑ نفسِ آلِ محمدؐ، فاطمہؑ روحِ آلِ محمدؐ، فاطمہؑ وہ کہ جس کو حق نے
پردے میں رکھا اور بتلا دیا کہ روحِ پردے میں ہے، وہ فاطمہؑ سر کھلے آج سے
ہر مجلس، میں تشریف لائیں گی۔

حسینؑ، قبرِ زہراؑ پر اذن مانگ رہے ہیں، آئیے ہم سب بھی شہزادی
کی بارگاہ میں عرض کریں۔ آج محرم کی پہلی تاریخ ہے، آپ کے اذن سے ہم نے
اپنے امامِ باطروں کو سنوارا ہے، عزراخانے سجا دیے ہیں، شہزادی اسی توقع
پر کہ آپ آئیں گی مجلسوں میں، علم کے پاس، ہر عزراخانے میں شہزادی موجود ہیں۔
حسینؑ قبرِ زہراؑ پر گئے ہیں:

اُتری محل سے بصدّہ و فُعال زینبِ زار
دورِ قبر سے پلٹے جو امّ ابرار
ماں کی تُربت پہ گئے شاہِ بچشمِ خونبار
ہاتھ زہراؑ کے نکل آئے لحد سے اکبار

آئی آواز نہ رو دل کو قلق ہوتا ہے

قبر بھلتی ہے کلیجہ ہر عاشق ہوتا ہے

ہاں بلاؤ میرا عباسِ دلاور ہے کہ ہر وہ فدا ہے مریاں ہے میں صد اُس پر
شکمِ غیر سے ہے کوئی، وہ میرا ہے پسر یہ صد اسُن کے برادر کو پکارے سرور

ابھی رہوار کو آگے نہ بڑھاؤ بھائی

یاد فرماتی ہیں اماں ادھر آؤ بھائی

آگے عباس نے سر رکھ دیا پاتین مراد آئی آواز نہ رہا ترے ہاتھوں کے شمار
اپنے پیارے کے برابر میں تجھے کرتی ہو پیار دھیان بھائی کی حفاظت کا ہے اے دلدار

کوئی غربت میں اسے مار نہ ڈالے بیٹا

میرا شبیر ہے اب تیرے حوالے بیٹا

(میر حسن)



مجلس دوم

”قیامت اور قرآن“

- ۱- تاریخ اسلام توحید اور قیامت دونوں موضوعات پر خاموش ہے۔
- ۲- نبج البلاغہ میں چونیٹی پر گفتگو اور توحید پر استدلال۔
- ۳- ملکوت یعنی ملکِ ازل کو ملکِ ابد سے ملا دے۔
- ۴- اگر انجامِ سمجھ میں نہیں آتا تو آغاز کو دیکھو۔
- ۵- پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا: جب قیامت میں صور پھونکا جائے، میری اولاد پر درود پڑھنا نجات پاؤ گے۔
- ۶- میر عشق کے مرثیے میں شفاعت کے متعلق پیغمبر اکرمؐ اور حضرت فاطمہؑ زہرا کے درمیان گفتگو۔
- ۷- اہلِ حرم کی حضرت فاطمہؑ صغرا سے رحمت اور حضرت فاطمہؑ زہرا کی بے چینی و بے قراری۔

۲ محرم ۱۴۴۸ھ ————— نشر پارک کراچی

مجلس دوم

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ " لَا أُقْسِمُ بِيَوْمِ الْقِيَامَةِ ۖ
وَلَا أُقْسِمُ بِالنَّفْسِ اللَّوَّامَةِ ۖ " (سورۃ قیامت آیت ۱-۲)

”

اصول دین میں سے ایک اہم مسئلہ یعنی ”قیامت“ پر گفتگو ہو رہی ہے، چونکہ فکر آغار سے انجام تک ایک ہے اس لیے قیامت پر گفتگو ہوئی نہیں سکتی جب تک کہ عقیدہ توحید واضح نہ ہو جائے۔ ذات واجب نے قرآن پاک میں جہاں کہیں بھی قیامت کا تذکرہ کیا وہاں بحث ہمیشہ آغاز سے کی گئی ہے۔ تاکہ انجام سمجھ میں آئے جیسے سورۃ اعراف میں ارشاد ہوا:

” كَمَا بَدَأَكُمْ تَعُودُونَ • “ (سورۃ اعراف آیت ۲۹)

”جیسے تمہاری ابتداء (ہم نے کی) ہے اُسی طرح سے (ہم) تم کو لوٹائیں گے۔“

جیسے بدلا ہے ویسے ہی عود ہے، جیسے مبداء ہے ویسے معاد ہے، جیسی خلقت ہے اُسی طرح سے بعث ہے۔ (ب، ع، ث) قیامت پر مباحث عموماً دیکھے نہیں گئے، علماء نے احادیث کو نقل کیا ہے لیکن بحث نہیں ہو سکی، مسلسل کتابیں رسالت پر لکھی گئی ہیں، مسلسل گفتگو امامت پر کی گئی، امامت کو سیاست سے ملانے کے لیے ابن قتیبہ دینوری نے اپنی کتاب ”الامامة والسياسة“ کو دنیا کے سامنے پیش کیا، ”الملل والنحل“ کے ذی قدر مصنف عبدالکریم شہرستانی نے نبوت، امامت اور ملکویت ان سبھوں پر بہت سیر حاصل مباحث کیے ہیں۔ کسی کتب خانے میں جا کر کتابوں کی فہرستوں میں دیکھیے کہ قیامت پر کتنی

کتابیں لکھی گئی ہیں۔ آپ کو تعجب ہو گا کہ ہمارے ذی قدر مصنفین باوجود اس
 دو ٹوٹ قرآن فقط قیامت کی تفصیل بیان کرتا ہے۔ لیکن ایک خاموشی سی ہے
 قلم خاموش ہیں، زبان میں خاموشی ہے، تحریر و تقریر میں ایک سکوت ہے
 فقط اس لیے کہ قیامت سمجھ میں نہ آسکی، قیامت اس لیے سمجھ میں نہ آسکی کہ توحید
 محکم نہ تھی۔ وہاں توحید کیا محکم ہو جہاں تین سو ساٹھ بتوں کو چھوڑ کے دنیا آئی ہو
 وہاں توحید کیا سمجھ میں آئے جہاں کبھی ہاتھوں کی گفتگو ہو، کبھی پیروں کی گفتگو ہو
 کبھی اُس کے جسم و شجیم جسم کی گفتگو ہو، جہاں اُس کے تخت پر بیٹھنے کی گفتگو ہو،
 آنے جانے کی گفتگو ہو، جہاں اُس کی سواری کا تذکرہ ہو، جہاں اُس کی سواری
 کے چارے اور گھاس کا تذکرہ ہو وہاں توحید کیا مسلم ہوگی، اور جہاں توحید
 مفصل نہیں وہاں قیامت پر گفتگو ہی بے سود ہے، اس لیے کہ اگر توحید کی منزل
 پر یہ کہنیا کہ وہ ہر شب جمعہ خانہ کعبہ کی چھت پر آتا ہے تو قیامت پر یہ کہنیا کہ
 گا کہ بھڑکتے ہوئے جہنم کے شعلوں کو بجھانے کے لیے جہنم میں اللہ اپنے پیر کو
 ڈال دے گا، فکر واضح نہیں ہے۔ اور اس عدم وضاحت کی وجہ سے یہ مسئلہ
 محتاج تفسیر رہا، نہ توحید پر اور قیامت پر کتابیں لکھی گئیں اور نہ تقریریں ہوئی
 ۲۔ بلکہ اُس سے زیادہ قرآن کا حصہ محیط ہے تفصیل محشر پر، الحمد للہ میرے
 سننے والے اس گفتگو کو سمجھ رہے ہیں، چونکہ مسلسل قرآن کی آیات سننے میں اور
 تلاوت کرتے ہیں اور بہت سی آیات کا ترجمہ اُن کو ازبر ہے۔ میں سورہ اعراف
 سے آیت پڑھی: ”کَمَا بَدَأَكُمْ تَعُودُونَ“ (سورہ اعراف آیت ۲۹)
 ”جیسے ابتداء ویسے ہی عود“۔ اور اب سورہ انبیاء میں ارشاد ہوا:
 ”کَمَا بَدَأْنَا اَوَّلَ خَلْقٍ تُعِيدُهُ“ وَعَدًا عَلَيْنَا اِنَّا كُنَّا
 فَعٰلِينَ۔“ (سورہ انبیاء آیت ۱۰۴) ”جیسے ہم نے پہلی خلقت کی

ابتداء کی تھی، جیسے ہم نے خلقِ اول میں ابتداء کی تھی، ہم پھر عود کریں گے۔ یہ ہمارا وعدہ ہے اور ہم ایسا ہی کریں گے۔“

بدلاً کے لیے معادل لازم ہے، آغاز کے لیے انجام ضروری ہے۔ وہ شکوک جو ذہنِ انسانی میں پیدا ہو رہے ہیں اُس کو دور کرنا ہے، نظریاتِ عجیبِ غریب ہیں، اُن نظریات کو ایک طرف ہندومت نے فلسفے کی صورت دے دی، دوسری طرف جدید افکار و آراء نے جو خود ساختہ مذاہب کی صورت اختیار کر چکے ہیں انہوں نے اپنی صلاح اور صلاح کو اسی میں دیکھا کہ قیامت کی تائیدیں کی جائیں، اور جنت، کوثر، تسنیم، سلسبیل، طوبیٰ، میزان، حشر و نشر، مراطکے معنی کو لغت سے لے کر بتانے کی کوشش کریں کہ ان کے معنی وہ نہیں ہیں جو مسلمان بیان کر رہے ہیں لیکن قرآن کے پڑھنے والے مسلمان جانتے ہیں کہ شارعِ مقدس نے جب ادبِ عرب میں تہرّف کیا اور لغت سے الفاظ لے لیے اپنے استعمال کے لیے تو اُن الفاظ کو وہ معنی عطا کیے کہ جس کے بعد کسی مسلمان کو اس کا حق نہیں پہنچتا کہ اُس لفظ کو قرآن سے لے کر پھر لغت سے عرض کر دے۔ جیسے لفظ " حج " لغت میں حج کے معنی ارادے کے ہیں، اور آپ حج کے معنی بخوبی جانتے ہیں اگر آپ گھر سے نکلے اور بہت بڑا لغت کا جاننے والا آپ سے پوچھے: "بھی کہاں کا حج ہے۔" یقیناً آپ کا ضمیر اس کو برداشت نہیں کرے گا کہ یہ لفظ جو استعمال کیا جا رہا ہے نہ فقط غلط ہے بلکہ توہینِ شریعت بھی ہے۔ اس طرح شارعِ مقدس نے صدہا الفاظ لغتِ عرب سے لے لیے، ان الفاظ کے معنی لغت میں کچھ اور ہیں: صلوٰۃ زکوٰۃ، خمس، جہاد، حج، معروف، منکر۔ یہ تمام الفاظ لغوی اعتبار سے کچھ اور معنی رکھتے ہیں لیکن جن معنی میں قرآن نے ان الفاظ کو لیا، اب

کوئی لغت کو واپس نہیں دے سکتا، لیکن خود ساختہ مذاہب بہت سی چیزوں سے بچنے کے لیے تاویلات پر مجبور ہو گئے، اور مسلمان علماء نے قیامت کے مسئلے پر سکوت اس لیے اختیار کیا، جب تفصیلی محشر پر نظر پڑی تو پتہ چلا جن اشخاص پر یہاں پر دے ڈالنے کی کوشش کی تھی وہاں وہ آنے والے ہیں۔ اب آپ سمجھ گئے ہم قیامت پر کیوں گفتگو کر رہے ہیں۔ اس لیے کہ توحید اگر کسی کو سمجھا نہیں سکتی اور عدل، نبوت، امامت سے دنیا بات سمجھ پر آمادہ نہیں ہے تو قیامت کے میدان میں آ کے سمجھ، اشخاص کی تعظیم شرک نہیں ہے اشخاص کا احترام کفر نہیں ہے وہاں انھیں سے کام ہے جن سے یہاں نظریں نیچی ہو رہی ہیں۔ انھیں سے کام ہے جن کو یہاں نظر انداز کیا جا رہا ہے۔ کل کی تقریر کے آخری حصے پر ہم واپس آتے ہیں۔

امیر المومنینؑ خلقت کائنات کے خطے کو ختم کر کے ارشاد فرماتے ہیں، "دنیا اسی طرح سے پھر عود کی منزل پر آئے گی، اسی طرح سے قیامت واقع ہوگی اور سب کو اٹھایا جائے گا۔" اور قرآن نے کہا سورہ لیس میں سب کو یاد ہے۔ آخری چار آیتیں دیکھیے:

”..... اَنَا خَلَقْنَاهُ مِنْ نُّطْفَةٍ فَاِذَا هُوَ خَصِيمٌ مُّبِينٌ ۝ وَضَرَبَ لَنَا مَثَلًا وَنَسِيَ خَلْقَهُ ۝ قَالَ مَنْ يُحْيِي الْعِظَامَ وَهِيَ رَمِيمٌ ۝ قُلْ يُحْيِيهَا الَّذِي اَنْشَاَهَا اَوَّلَ مَرَّةٍ ۝ وَهُوَ بِكُلِّ خَلْقٍ عَلِيمٌ ۝ الَّذِي جَعَلَ لَكُمْ مِنَ الشَّجَرِ الْاَخْضَرِ نَارًا ۝ اِذَا ذَا اَنْتُمْ مِنْهُ تُوْقِدُوْنَ ۝ (سورہ لیس آیت، ۷ تا ۱۰)

”نطفے سے توہم نے پیدا کیا ہے، جو تومہ حیات سے توہم نے پیدا کیا ہے“

بڑی ناچیز خلقت اور دشمنی ہم ہی سے، مثالیں ہم کو دیتا ہے، اعتراض ہم پہ کرتا ہے، کیسی دنیا بنے گی، کیسی قیامت آئے گی، اور خود اپنی خلقت کو تو بھول رہا ہے، یہ کہتا ہے کہ بوسیدہ ہڈیوں کو کون زندہ کر سکتا ہے، گلی اور سڑی ہڈیوں کو کیسے زندہ کر سکتا ہے۔ رب نے جواب دیا، وہی پیدا کرے گا اُسی طرح جس طرح تم کو پہلی مرتبہ خلق کیا تھا۔ اس سے بڑا کوئی استدلال ہے، اپنے آغاز کو تو دیکھو، وہ اپنی قوتِ تخلیق سے خبردار ہے وہ جانتا ہے، کبھی خیال بھی آیا یہ ہرے پتوں میں آگ کیسے لگتی ہے، کبھی پتہ چلا لکڑی کی سختیت آگ سے کیا ہے (یہ فلسفہ ہے) کبھی پتہ چلا کہ لکڑی کو کیوں آگ جلاتی ہے، یہ سختیت کیا ہے دو چیزوں میں، مگر تم کیا جانو کتنے علوم کی ضرورت ہے ایک حرف توحید کو سمجھنے کے لیے۔

حضرت امیر المومنین کوفہ کے منبر پر چیونٹی کے متعلق گفتگو کر رہے تھے ۱۹۳۱ء میں اگر وہ شہید ثالث کے مزار پر مجلس میں امیر المومنین کے اس خطبے کی میں نے تلاوت کی تھی۔

”اَنْظُرُوا اِلَى السَّمَلَةِ فِي صَغَرٍ جُثَّتْهَا وَلَطَافَةٍ
هَيْئَتِهَا لَا تَكَادُ تُنَالُ بِلِحْظِ الْبَصَرِ وَلَا يُسْتَدْرَكُ
الْفِكْرُ كَيْفَ دَبَّتْ عَلَى اَرْضِهَا وَصَبَتْ عَلَى رِزْقِهَا

امیر المومنین، ایک چیونٹی کی تعریف کر رہے ہیں کبھی تم نے OBSERVE

کیا، کبھی تم نے مشاہدہ کیا، سائنس کی بنیاد (OBSERVATION) مشاہدہ، دو سڑی منزل تجربہ ہے، تیسری منزل تجارتی افادیت ہے۔ لیکن بنیاد مشاہدہ ہے۔ ارشاد ہوا اَوْ لَمْ يَنْظُرُوا فِي مَلَكُوتِ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ
”تم آسمانوں اور زمین میں مشاہدہ کیوں نہیں کرتے“ (سورہ اعراف آیت ۱۸۵)

حضرت امیر المومنین علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں :

”ذرا چیونٹی کا تو مشاہدہ کرو“ کسی نے مشاہدہ کیا۔ میں نے اُسی تقریر

میں کہا تھا، لارڈ فراڈے نے بیس برس تک اپنی میتھیو اسکوپ اسٹیڈی سے چیونٹی کے حالات معلوم کیے اور بیس برس کے بعد ایک کتاب لکھی "THE ANT" یہ کتاب آج بھی کتب خانوں میں موجود ہے۔ "الْمَخْلُوعُ" اس کتاب میں جتنے ابواب قائم کیے لارڈ فراڈے نے، حضرت علیؑ کے خطبے میں وہ تمام ابواب موجود ہیں۔ "رزق کو کیسے جمع کرتی ہے، اس کو شعور کیسے ہے، بیماریوں کو کہاں رکھتی ہے، گھر کس طرح سے بناتی ہے، کس موسم میں کس موسم کے لیے غلہ جمع کرتی ہے کتنا شعور اس کو اپنی حفاظت کا ہے، کس قدر سوچتی ہے، کس طرح سے دیکھتی ہے، اس کے گلے میں کیا ہے، اس کے جسم میں کیا ہے، اس کے پاؤں میں کیا ہے، اسی خطبے میں علیؑ نے سب کچھ بتا دیا تھا۔ ارشاد فرماتے ہیں:

"وَلَوْ ضَرَبْتُ فِي مَذَاهِبِ فِكْرِكَ لَبَلَغَ عَنَائِيَتْهُ
مَا دَلَّكَ الدَّلَالَةُ إِلَّا عَلَى أَنَّ فَاطِرَ الْمَخْلُوعِ هُوَ
فَاطِرُ النَّخْلَةِ ۖ لَدَيْكَ تَفْصِيلُ كُلِّ شَيْءٍ ۖ
وَعَامِضِ اخْتِلَافٍ كُلِّ حَيٍّ وَمَا الْجَلِيلُ وَ
اللطيف ۖ وَالثَّقِيلُ وَالْخَفِيفُ ۖ وَالْقَوِيُّ وَ
الضَّعِيفُ ۖ فِي خَلْقِهِ إِلَّا سَوَاءٌ ۖ

ارشاد فرماتے ہیں: اگر تم اپنے تمام مذاہب فکر میں تلاش کرو، اگر تم اپنے تمام علوم کو ایک جگہ کر دو BOTANY (علم نباتات) کو BIOLOGY (علم حیات سے ملا دو، BOTANY اور BIOLOGY کو (Zoology) علم حیوانات سے ملا دو اور علم طبقات الارض کو اور علم ہیئت کو علم طبیعیات و علم کیمیا سے ملا دو اور تمام علوم کو ایک جگہ کر دو پھر پتہ چلے گا کہ چیونٹی کو پیدا کرنے والا اور کھجور کے درخت کا پیدا کرنے والا ایک ہے۔ تفصیلات میں نہیں

جاؤں گا۔ ارشاد فرماتے ہیں: "ظاہر میں اختلافات عظیم ہیں، باطن میں اتحاد ایک ہے، جیسے پانی، ہوا، سماء، فضا، آسمان و زمین یہ سب خلقت میں ایک ہیں۔"

ہمارا عالم یہ ہے ہم کسی ایک طرف گئے MEDICINE پڑھی تو ادھر کے ہی ہو گئے، لٹریچر (LITERATURE) پڑھا تو اُسی کے ہو گئے نباتیات میں گئے تو کسی خاص شعبے میں کام کرنا شروع کیا، ایسا تو کوئی نہیں ملا جو سارے علوم کو وقتِ واحد میں ایک جگہ کر لے، اس سے نتیجہ یہ ہوا کہ آپ نے ایک پتے کو دیکھا وہ پتا آپ کے لیے غیب تھا، نباتات کے ماہر کے لیے حضور تھا آپ کے لیے غیب، اسی طرح زمین کے طبقات کی بحث چھڑی تو نباتات کے ماہر کے لیے غیب، ماہرِ علم طبقات الارض کے لیے حضور، اور اسی طرح زہرہ و عطارد کی باتیں چھڑیں تو علم طبقات الارض کے لیے غیب لیکن ماہرِ علم ہیئت کے لیے حضور، اور اسی طرح خون کے ذرات کی باتیں چھڑیں تو آپ کے لیے غیب لیکن آپ کے ڈاکٹر کے لیے حضور، تو غیب اضافی ہے جہاں علم نہیں ہے وہاں غیب ہے، بچے کے لیے جو غیب ہے وہ جوان کے لیے نہیں، جوان کے لیے جو غیب ہے وہ ضعیف کے لیے نہیں، جاہل کے لیے جو غیب ہے وہ عالم کے لیے نہیں۔ یہ درجہ بہ درجہ غیب اور حضور ہے۔

”وَفَوْقَ كُلِّ ذِي عِلْمٍ عَلِيمٌ“ (سورہ یوسف آیت ۷۶)

”اور ہر عالم پر ایک دوسرا عالم ہے“

ہر عالم پر ایک اور عالم کو فضیلت ہے، اسی لیے اس کا غیب اُس کا حضور۔ بالکل اسی طرح قیامت غیب ہے، مگر اُس کے لیے حضور جس کو ایک رات اپنے پاس بلا کر دکھایا، یہ کوثر ہے، یہ جنت، یہ طوبیٰ، — !

کم از کم اس کو تو مسلمان تسلیم کریں، ارے معراج کی باتوں کو بھی نہیں تسلیم کریں گے۔ بلا کر دکھایا کہ اس غیب کو دیکھو، اور اس لیے دیکھو "اے حبیب! پہلے سے مانوس رہو اور سمجھاؤ تو اس طرح سے سمجھاؤ کہ دنیا یہ سمجھے یہ تو دیکھی ہوئی باتیں ہیں۔ اور ایسی منزل پر نبیؐ نے سمجھایا، قرآن نے جو سمجھایا مقامِ خلقت پر مقامِ تکوین پر خالقِ کل نے سمجھایا:

”أَوَلَيْسَ الَّذِي خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ بِقَادِرٍ عَلَىٰ
 أَن يَخْلُقَ مِثْلَهُمْ بَلَىٰ وَهُوَ الْخَلَّاقُ الْعَلِيمُ ۚ إِنَّ
 أَمْرَهُ إِذَا أَرَادَ شَيْئًا أَن يَقُولَ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ ۚ
 فَسُبْحَانَ الَّذِي بِيَدِهِ مَلَكُوتُ كُلِّ شَيْءٍ وَإِلَيْهِ
 تُرْجَعُونَ ۚ“ (سورہ یس آیت ۱۳ تا ۱۷)

زمین و آسمان کا خالق کیا اس بات پر قادر نہیں ہے کہ دوبارہ اسی طرح پلٹا دے، اُسی کی طرف رجعت ہے، اُسی کے دستِ قدرت میں ملکوتِ عالم ہے، ہولڈ (HOLD) ہے۔ ساری کائنات کا کنٹرول (CONTROL) ملکوت ہے، ایک کا ربط دوسری چیز سے یہ ہے ملکوت، سمجھوں نے ملک کا دعویٰ کیا ہے لیکن ملکوت وہ جو ملکِ سموات کو ملکِ ارضی سے ملا دے ملکوت وہ جو ملکِ ارضیٰ کو ملکِ ازل سے ملا دے، جو ملکِ ازل کو ملکِ ابد سے ملا دے، جو مبداء کو جانے معاد کو جانے، سب پر کنٹرول رکھے، وہ ملکوت ہے۔ یہ قرآن کا استدلال تھا۔

گفتگو عمیق سے عمیق تر ہوتی جائے گی، اب دوسرے استدلالِ قرآن

کو یاد رکھیے: —

”يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِن كُنْتُمْ فِي رَيْبٍ مِّنَ الْبُعْثِ فَإِنَّا

خَلَقْنَاكُمْ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُطْفَةٍ ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ
 ثُمَّ مِنْ مَضْغَةٍ مُخَلَّقَةٍ وَغَيْرِ مُخَلَّقَةٍ لِنَبِّينَ
 لَكُمْ وَنُقَرِّ فِي الْأَرْحَامِ مَا نَشَاءُ إِلَى أَجَلٍ مُسَمًّى
 ثُمَّ نُخْرِجُكُمْ طِفْلاً ثُمَّ لِنَبْلُوَكُمْ أَشَدَّ كُفُوءٍ
 مِنْكُمْ مَنْ يَتَوَفَّى وَمِنْكُمْ مَنْ يُرَدُّ إِلَى أَرْدَلِ
 الْعُمْرِ لِكَيْلَا يَعْلَمَ مِنْ بَعْدِ عِلْمٍ شَيْئًا وَتَرَى
 الْأَرْضَ هَامِدَةً فَإِذَا أَنْزَلْنَا عَلَيْهَا الْمَاءَ اهْتَزَّتْ
 وَرَبَتْ وَأَنْبَتَتْ مِنْ كُلِّ زَوْجٍ بَهِيجٍ ۚ ذَٰلِكَ
 بِأَنَّ اللَّهَ هُوَ الْحَقُّ وَأَنَّهُ يُحْيِي الْمَوْتَى وَأَنَّهُ عَلَىٰ
 كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۚ وَأَنَّ السَّاعَةَ آتِيَةٌ لَا رَيْبَ
 فِيهَا ۚ وَأَنَّ اللَّهَ يَبْعَثُ مَنْ فِي الْقُبُورِ ۚ وَمِنَ النَّاسِ
 مَنْ يُجَادِلُ فِي اللَّهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَلَا هُدًى وَلَا كِتَابٍ
 مُنِيرٍ ۚ تَأْتِي عِظْفُهُ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ لَهُ
 فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ وَنَذِيرُهُ يَوْمَ الْقِيَمَةِ عَذَابُ
 الْحَرِيقِ ۚ (سُورَةُ هَجَّ آيَتِ ٥ تا ٩)

” اے انسان! اگر مچھر میں تم کو اٹھائے جانے میں شک ہے، ہم نے تم کو مٹی سے بنایا ہے، مٹی تک تو آپ کے ساتھ ہے، اختلاف وہیں ہے، ہم نے مٹی سے بنایا پھر نطفہ سے، پھر علقہ سے یعنی جھے ہوئے خون سے، پھر گوشت کے لوتھڑے سے مگر وہ گوشت کا لوتھڑا کبھی کامل ہو گیا اور کبھی نامکمل رہ گیا، ہم کبھی ناقص رکھتا کہ اس منزل پر یہ دکھلا دیں کہ نہ تمہارا ارادہ شامل ہے نہ تمہاری مرضی

شامل ہے، پھر تمہارا دوبارہ زندہ کرنا کیا مشکل ہے، پھر ارحام اُمّات میں جبکہ وہی، ایک خاص زمانے تک جس کے لیے جانا، پھر تم آئے طفولیت کے عالم میں، اور پھر تم نے کہاں حاصل کیا جو ان ہوئے، پھر ہم نے تم کو قوت عطا کی، اور تم میں سے کچھ لوگ بڑھاپے سے قبل ہی مر گئے، اور تم میں سے بعض کو زندگی کے آخری حصے تک پہنچا دیا تاکہ جاننے کے بعد سب کچھ مہلادو، تم سٹھیا گئے۔ ”یہ قدرتیں دیکھیے“ کہاں ہر سے ڈگریاں کہاں ہیں تجربے، یہ ضعیفی کی آخری منزلیں اور کچھ بھی یاد نہیں ہے، کہاں ہیں اختیارات، کہاں ہیں وہ آپ کے ارادے، کچھ نہیں، اب قرآن کا استدلال دیکھیے، اس منزل تک پہنچا دیا، تم نے کبھی بنجر مین کو بھی دیکھا، کبھی بے آباد ویرانوں کو بھی دیکھا، جب ہم نے پانی کو نازل کیا، یہ زمین پھلی پھولی، شاداب ہو کر لہلہا اٹھی اور ہر طرف سے زمین سبز ہی سبز نظر آنے لگی، کیس کا کام ہے، وہ اللہ ہے، حق ہے اور وہ اسی طرح مردوں کو زندہ کرے گا، اور یقیناً وہ ہر چیز پر قادر ہے، اور قیامت یقیناً آنے والی ہے اس میں کوئی شک نہیں اور بے شک جو لوگ قبروں میں ہیں ان کو خدا دوبارہ زندہ کرے گا، اور ایسے بھی لوگ ہیں جو اس معاملے میں اللہ سے لڑ رہے ہیں اور انھیں علم نہیں ہے، ان کے لیے دنیا میں بھی رسوائی ہے اور قیامت کے دن بھی ہم جہنم کے عذاب کا مسدہ چکھائیں گے۔“

قرآن کا استدلال یہ ہے، اگر انجام سمجھ میں نہیں آتا تو آغاز کو دیکھو مگر جو آغاز میں بھٹک جائے، وہ انجام سے بے خبر ہے، میں نے یہ طے کیا مطالعے کے بعد کہ یہ اغماض یعنی یہ چشم پوشی، یہ نگاہوں کا چیرنا، بدآ اور مبداء،

سے ہوا نہیں ہے، جہالت کے اعتبار سے نہیں ہے، عمداً ہے۔ یہ اغراضِ عمداً ہے، تاکہ اتنا کہہ سکیں ہم نے چونکہ آغاز پر گفتگو نہیں کی اسی لیے ہم نے انجام پر بھی گفتگو نہیں کی لیکن اب تو ہم نے طے کیا ہے کہ گفتگو کو انجام سے شروع کریں گے، تاکہ آغاز سمجھ میں آئے۔

تقریر کو خاتمے پر پہنچاتے ہوئے ایک عجیب حدیث آپ کے سامنے پڑھنا چاہتا ہوں، ہمارے برادرانِ دینی اہل سنت والجماعت کی اہم ترین کتاب ”مستدرک حاکم“ حاکم نیشاپوری، محمد ابن علی ابن موسیٰ ابن بابویہ قمی کا اہم عصری جن کی کتاب ”من لایحضر“ ہے۔ یہ ۱۲۸۵ھ اور ۱۲۸۶ھ کا زمانہ ہے۔
 ”صحاحِ ستہ“ کے بعد مسلم اور بخاری کی حدیثوں کو رجال پر پرکھ کر حاکم نے یہ کیا کہ ثقہ ترین راویوں سے پیغمبرؐ سے جو روایت ملی تھی اس کو انھوں نے جمع کیا، ”استدرک کیا، اس کو ”مستدرک“ کہتے ہیں، یعنی جو رہ گیا تھا اس کو جمع کیا اس کو مستدرک کہتے ہیں، ”مستدرک حاکم“ یہ قدیم ترین کتاب ہے ”صحاحِ ستہ“ کے بعد، یہ کتاب بہت ضخیم ہے اور نایاب ہے، ”مستدرک حاکم“ کی آخری جلد کے آخری باب میں قیامت پر گفتگو ہے اس شان سے کہ پیغمبرؐ قیامت کا ذکر کر رہے تھے، چہرہ اُداس تھا، رنگ متغیر تھا اس لیے کہ دیکھی ہوئی دنیا ہے مضحکہ خیز تھی، اور گفتگو یہ تھی کہ صور کیسے پھٹنے لگا، جس سے دنیا تباہ ہوگی اور آواز کیسی ہوگی، ایک آواز آئے گی اور زمین و آسمان میں ہر شخص چیخ اُٹھے گا
 ”وَنُفِخَ فِي الصُّورِ فَصَعِقَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ“ (سورہ زمر آیت ۶۸)

اور جب صور پھونکا جائے گا تو جو (لوگ) آسمانوں میں ہیں اور جو (لوگ) زمین میں ہیں (موت سے) بے ہوش ہو کر گر پڑیں گے۔“

پیغمبر اکرم نے ارشاد فرمایا: بڑی پریشانی کا وقت ہوگا عورتوں کے لیے، مردوں کے لیے، بچوں کے لیے، وحشی درندے ایک جگہ جمع ہو جائیں گے، ایک دوسرے کو بھاڑ کھانے والے ایک بزم میں آجائیں گے، قاتل و مقتول ایک جگہ ہو جائیں گے، اتنی وحشت ہوگی کہ ہر ایک کو اپنی اپنی فکر ہوگی اور مرنے پھینکے گا، ایسے میں حاکم نیشاپوری کہتے ہیں، کسی نے پوچھا: اللہ کے رسول! اُس وقت ہم زندہ ہوں اور صور پھینکے تو ہم کیا کریں؟ آپ سُنیں گے اور اس پر عمل کریں گے، پیغمبر نے ارشاد فرمایا: اگر صور پھینکے تو مجھ پر اور میری اولاد پر درود بھیجو۔ عادت ڈالو بلند آواز سے پکار کے درود پڑھنے کی، یہ صور کا جوا ہے، صورِ اسرافیل کا جواب ہے درود، کہاں ہیں علمائے اسلام، قیامت آنے والی ہے، مجھ پر درود بھیجو، لیکن جن لوگوں پر درود بارہے وہ اب یا قیامت آجائے وہ درود نہیں بھیجیں گے۔ اور جن کو یہاں عادت ہے وہ اُس وقت بھی درود نہیں بھیجیں گے، ابھی نام نہیں لیا، ابھی مد نہیں مانگی ابھی تو قیامت شروع ہو رہی ہے، درود بھیجو! آپ میرے اشارے کو سمجھ گئے، درود بھیجو نجات ہے، صور کا خوف ختم ہو جائے، جب دل ڈر جائے تو ایک نسخہ دیا کہ درود بھیجو، اب اُس کو شرک جانو یا بدعت سمجھو، میں نے اپنی کسی کتاب کا حوالہ نہیں دیا۔ ”مُستدرک“ سے بیان کیا ہے! پیغمبر اکرم فرمایا: قیامت کا آغاز صور سے ہے اور ارشاد ہے وہیں سے شروع کرو۔۔۔

اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَآلِ مُحَمَّدٍ

قیامت کے ذکر سے رسول ہمیشہ بے چین ہو جاتے تھے، اکثر آنکھیں نم ہو جاتی تھیں، آنسو خوارِ اقدس پر بہنے لگتے تھے، بہت سوچتے تھے کہ کیا ہوگا۔ کُل میں نے ایک مرثیے کے دو بند پڑھے تھے اُس مرثیے کے دو بند

اور سنیے :-

بیٹھے تھے ایک روز نبیِ فاطمہؑ کے پاس تھا آفتابِ روتے رسولِ خداؐ اس
روکر کہا بتول سے کیوں میری حق شناس شہر پیسے کا زہر، سہمے کا حین پیاس
جب مرتضیٰ کو دیکھیے اُمت کا ذکر ہے
بیٹی تمہیں بھی کچھ مری اُمت کی فکر ہے

ہنس کر کہا مری تو اُسی دن بن آئیگی۔ مجبور اختیار اُسی روز پائے گی
جبریل آچکے تھے، رسولؐ گھر میں متفکر داخل ہوئے تھے، بیٹی سے
گفتگو تھی، قیامت کا ذکر تھا، بیٹی نے جواب دیا: مجبور اختیار اُسی روز پائے گی۔
اسی مصرع کی زحمت دینا تھی، میں اس مصرع کے لیے یہ بند پڑھ رہا تھا، قیامت
یومِ دین، یومِ عدل، دنیا کو پریشانی ہے تو یہی ہے، اگر عدل کا دن ہے تو ظلم کے
دفتر کھلیں گے، آلِ محمدؐ کا یہ طریقہ رہا ہے کہ ہر معصوم نے وصیت کی ہے
اِلا حُیّٰ بنِ علیؑ کے، حُیّٰ بنِ علیؑ نے مدینے سے چلتے وقت وصیت
کی تاکہ اہلِ مدینہ جان لیں اور دنیا تک یہ پیغام جائے، اُس وصیت میں یہ ہے
حُیّٰ بنِ علیؑ کی وصیت محمدؐ حنفیہ سے، حُیّٰ بنِ علیؑ کو اہی دیتا ہے کہ اللہ
ایک ہے، اُس کا کوئی شریک نہیں، حُیّٰ بنِ علیؑ کو اہی دیتا ہے کہ محمدؐ اللہ کے رسول
ہیں، حُیّٰ بنِ علیؑ کو اہی دیتا ہے کہ موت حق ہے، حُیّٰ بنِ علیؑ کو اہی دیتا ہے کہ سوالِ منکرو
نیکر حق ہے جیسا کہ اہی دیتا ہے کہ مراۃِ جنت و نار حق ہے، حُیّٰ بنِ علیؑ کو اہی
دیتا ہے کہ قیامت آنے والی ہے، اور قبروں میں جو ہیں اُن کو خدا اٹھانے والا ہے
یہ ہے حُیّٰ بنِ علیؑ کا وصیت نامہ، مدینے سے چلتے ہوئے یہ وصیت نامہ لکھا۔
بڑی شان سے سواری چلی، کل ذکر تھا کہ فرزندِ رسولؐ گھوڑے پر سوار
ہوئے، شہزادیاں محلوں میں جلوہ افروز ہوئیں، سب سے آخر میں پورے قافلے

کا جائزہ لے کر عباسؑ والدہ گرامی سے اجازت لے کر، دعائیں لے کر گھوڑے پر سوار ہوئے۔ ۲۸ رجب کی شام تھی، آفتاب اُفتقِ مرینہ سے ڈوب رہا تھا، آہستہ آہستہ قافلہ مینے کے دروازے تک پہنچا، عباسؑ نے ایک مرتبہ اپنے گھوڑے کو تیز کیا دوڑاتے ہوئے، ناقوں سے گزرتے ہوئے، اصحاب کی سواروں سے گزرتے ہوئے حسینؑ ابن علیؑ کی سواری کے قریب آئے، بھائی نے بھائی کو دیکھا، حیثینؑ نے گھوڑے کو روکا، عباسؑ نے ادب سے سر کو جھکایا، پوچھا عباسؑ کیا بات ہے؟ کہا۔۔۔ مولا۔۔۔ سواری کو روکیے فاطمہ صغرا قافلے کے پیچھے پیچھے آرہی ہے۔ صاحبِ اولاد جمع ہیں۔۔۔ پورا گھر جا رہا ہے، ایک بیمار بیٹی رہ گئی ہے، عرض کیا۔ قافلے کے پیچھے پیچھے اُمّ سلمہؓ کا ہاتھ تھامے، یکارتی ہوئی آرہی ہے، بابا ٹھہرو، بابا، آخری مرتبہ صغرا دیکھ لے صورت کو۔ قافلہ روکا گیا، فتائیں لگا دی گئیں، سیدانیاں اتریں بیمار بیٹی آئی، ایک ایک کو سلام کیا، ایک ایک نے بیمار کو گلے سے لگایا، اب کسی سے کچھ نہیں کہا، منت کی نہ سماجت کی کہ ساتھ لے چلو بس اتنا کہا آخری بار دیکھنا چاہتی تھی، علی اکبرؑ کو سلام کیا، چچا عباسؑ کو سلام کیا، اُمّ ربابؓ کے قریب آئیں علی اصغرؑ کو گود میں لے کر پیار کیا، حسینؑ ابن علیؑ کی خدمت میں آداب بجالا کر قدمبوسی کیلئے جھک گئیں، اُمّ نے بیٹی کے سر کو اٹھا کر سینے سے لگایا اور کہا امام زادی ہو بیٹی صبر کرو میری جان، یہ بہکے عباسؑ سے کہا بھائی چلو۔ صغرا وہیں مٹی پر بیٹھ گئیں۔ قافلہ چلا۔ جانے والے قافلے کا گرد و غبار اڑ کر صغرا کے سر پر پڑا۔ قافلہ نکل گیا، بابا کی آواز کانوں میں گونجتی رہی۔ گھر اُنہیں علی اکبرؑ آئیں گے۔ عباسؑ آئیں گے۔ کوئی لینے کے لیے آئے گا۔ شعیان گزر گیا۔ ماہِ رمضان گزر گیا۔ شوال اور ذیقعد کے مہینے گزر گئے۔ ذی الحجہ کا زمانہ بھی گزرا۔ محرم کا چاند آیا۔ فاطمہ صغرا کے دل میں دسواں پیدا ہوا محرم کے دس دن گزرے۔ فاطمہ صغرا نے کہا دادی! ہوا میں بابا جان کے لہو کی خوشبو آتی ہے۔!!





jabir.abbas@yahoo.com

مجلس سوّم

”قیامت اور قرآن“

- ۱۔ قیامت کے عنوان پر اب تک کوئی کتاب نہیں لکھی گئی۔
- ۲۔ تیسویں پارے میں پورے پورے سورے قیامت کی تفصیل بیان کرتے ہیں۔
- ۳۔ ذکر حق کو جو منخوس کہے وہ خود منخوس ہے اور قیامت میں وہ منخوس اٹھے گا یہ تفصیل سورہ یٰسین میں ہے۔
- ۴۔ پست کیلئے غیب ہے اعلیٰ کیلئے حضور ہے۔
- ۵۔ قیامت میں صاحبانِ ایمان کا استقبال ملائکہ کریں گے۔
- ۶۔ قیامت کا روز صاحبانِ ایمان کا دن ہے۔
- ۷۔ قیامت کے دن کل اختیار حضرت فاطمہؑ کے پاس ہوگا۔

نشر پارک - کراچی

۱۹۶۸ء

۳ محرم

مجلس سوّم

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ” لَا اُقْسِمُ بِیَوْمِ الْقِیَمَةِ ؕ
وَلَا اُقْسِمُ بِالنَّفْسِ اللّٰوَامَةِ ؕ “ (سورہ قیامت آیت ۱-۲)

،

آپ کے جس ساعت نے دشوار ترین عنوان کو میرے لیے آسان بنادیا، اور میں افہام و تفہیم کی منزل تک آگیا۔ آپ شکرِ یے کے مستحق ہیں، آپ کے تمام عقائد و اعمال تعقل سے استوار ہیں، دنیا کی عقل یہاں تک پہنچ ہی نہیں سکتی، اس لیے یہ سب دنیا کو بدعت معلوم ہوتا ہے، دنیا کو اپنی جہالت کا اعلان کر دینا چاہیے نہ کہ وہ بدعت کہے، اگر آپ کبھی لفظ بدعت سنیں تو سمجھ لیں کہ یہ جہالت کا اظہار ہے۔

قیامت پر گفتگو بدعت نہیں ہے، بلکہ دو ثلث قرآن یا اس سے بھی زیادہ ذکر قیامت سے مملو ہے، اور پھر تہذیب کے ساتھ تہذیب کے ساتھ، تنبیہ کے ساتھ، تحویف کے ساتھ، نہ سمجھو گے، نہ مانو گے، بزرگوں کی تکذیب کرو گے، انبیاء کو جھٹلاؤ گے، اس تفصیل کو ماننے کے لیے تیار نہیں ہو ان تمام ہدایات کو پڑھنے کے بعد، مسلمان قرآن کے حفظ کے بعد اس کی تلاوت کے بعد نہ معلوم کیا بات ہے کہ قیامت سے غافل ہے۔ میں تو اپنے مباحث میں اس نتیجے پر پہنچ رہا ہوں کہ قیامت سے غفلت سہوا نہیں ہے، عدا ہے جان بوجھ کر غفلت ہے اس لیے کہ ان کی کچھ بنیادی فکر اس طرح سے دھل چکی ہے

اگر غیبت کو مان لیں تو وہ فکر متزلزل ہو جائے گی۔

اگر تفصیلِ محشر پر کوئی کتاب ہو تو اُس کی نشاندہی میری بہت افزائی کا باعث ہوگی، اور اگر کسی کتب خانے میں آپ نے قیامت کے عنوان پر کوئی کتاب دیکھی ہے تو اُس کی رہنمائی کے لیے میں شکر گزار رہوں گا۔ حقیقت یہ ہے کہ مجبور ہیں شاید آیتوں کو پڑھ کے ترجمہ تو کرتے جا رہے ہیں لیکن کچھ حاصل نہیں۔ بچوں کو پہلی تعلیم کے ساتھ جیسے ہی بسم اللہ کا رسم ادا ہوتی، آپ نے سورۃ اقرآن بچوں کو پڑھایا، اس کے بعد قرآن کی تعلیم شروع ہوئی تو آپ نے تیسویں پارے سے شروع کیا، آخری پارہ پڑھو، کیوں پڑھو؟ کہا چھوٹے چھوٹے سورے ہیں۔ سب سے زیادہ مشکل قرآن وہی ہے، سب سے زیادہ مشکل الفاظ تیسویں پارے میں ہیں، سب سے زیادہ اصطلاحات علیہ تیسویں پارے میں ہیں، لیکن بچوں کو پڑھاتے ہیں۔ بچوں کے ساتھ اگر ماں باپ بھی مل کر پڑھیں تاکہ مراتب ذہن میں خاصا فرق نظر آئے گا، بہت سی باتیں سمجھ میں آئیں گی، تو اس سورۃ نکویر کو آپ نے پڑھا: اِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ ۝ وَاِذَا النُّجُومُ انْكَدَرَتْ ۝ پھر سورۃ انفطار کو آپ نے پڑھا: اِذَا السَّمَاءُ انْفَطَرَتْ ۝ وَاِذَا الْكُوْكَبُ انْتَشَرَتْ ۝ سورۃ حاقہ کو آپ نے پڑھا، سورۃ قارعہ کو آپ نے پڑھا اور پھر تیراں سورہ، سورۃ قیامت کو آپ نے پڑھا ساری تفصیلِ محشر ایسی دے دی کہ آپ ایسا محسوس کریں گے کہ رفتہ رفتہ جب میں وہاں تک پہنچوں گا تو معلوم ہوگا آپ محشر کے میدان میں کھڑے ہیں۔ دل چاہتا ہے کہ میدانِ محشر میں کھڑے ہوں۔ کیوں؟ —

اس لیے کہ دل ان کا نہیں چاہتا جہاں خوف طاری ہو، ڈر رہے ہوں، لرزہ برانداز ہوں، ظلم کیا ہو، جواب دی میں دفتیس ہوں، وہ حیران ہوں گے۔ یہاں ہر آن

(۳۲)

یہ سمجھتے ہیں کہ دربارِ ربِّ العزّت میں محشر ہے اور محشر میں کھڑے ہوئے ہیں، محشر ہمارے لیے غیر نہیں ہے، محشر ہمارے لیے اجنبی نہیں، وہاں بھی وہی ہیں جو یہاں ہیں، لیکن بات کیا ہے، بات یہ ہے کہ چلتے پھرتے ہمارے ساتھ باتیں کرتے قرآن کی آیتیں پڑھتے ہوئے ہوتا کیا ہے، سورۃ یٰسین میں ارشاد ہوا:

”لَقَدْ حَقَّ الْقَوْلُ عَلَىٰ أَكْثَرِهِمْ فَهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ
إِنَّا جَعَلْنَا فِيْ أَعْيُنِهِمْ أَغْلًا ۖ فَمَهْمُ مَقْمَحُونَ“
(سورۃ یٰسین آیت ۷ اور ۸)

ان کی اکثریت پر حق واضح ہے، سبحان اللہ، لیکن وہ ایمان نہیں لائیں سورۃ یٰسین بار بار پڑھیے، بڑا ثواب ہے اس سورے کو پڑھنے کا، یہ نہیں کہ محشر میں ثواب ملے گا، عقل کو ثواب ملے گا، شعور کو ثواب ملے گا، فکر کو ثواب ملے گا، افہام تفہیم کی طاقت پیدا ہوگی، ان کی اکثریت پر سہارا قول واضح ہے سب جانتے ہیں ڈھکی چھپی بات نہیں ہے، بھول چوک نہیں ہے لیکن قطعاً ایمان نہیں لاتے ہیں ہم نے کہا اچھا اور نظر اٹھاؤ، اور سر کو اٹھاؤ تاکہ دنیا سمجھے کہ محشر سے غافل ہو کر سر کو اونچا کر لیا، لیکن ہم نے تو ان کی گردنوں میں طوق لٹکا دیا ہے لوگ طوق کو نہیں دیکھ رہے ہیں صرف اونچی گردنوں کو دیکھ رہے ہیں، ان کی ٹھڈیوں تک یہ طوق آپکے ہیں اس لیے یہ گردن جھکا نہیں سکتے، سر بلند ہے، کیا بات ہے بھٹی تو آپ نے صرف سر کو بلند دیکھا، طوق کو نہیں دیکھا جو گلے سے ٹھڈی تک پہنچ چکا ہے، اور صرف طوق ہی نہیں ہیں:

”وَجَعَلْنَا مِنْ بَيْنِ أَيْدِيهِمْ سَدًّا ۖ وَمِنْ خَلْفِهِمْ
سَدًّا ۖ وَأَغْشَيْنَاهُمْ فَهُمْ لَا يُبْصِرُونَ“ (سورۃ یٰسین آیت ۹)

”آگے بھی دیوار ہے، پیچھے بھی دیوار ہے، اوپر سے ڈھانک دیا ہے، چاروں طرف اندھیرا ہے“ اب دیکھیں تو کیا دیکھیں، دیوار کے پیچھے دیکھ نہیں سکتے۔“ اے حبیب! یہ اپنے حواس میں اُلجھے ہوئے ہیں اور جب کچھ کہا جائے تو کہتے ہیں یہ تو غیب ہے، اور غیب کا علم ہم کو نہیں ہے ارے غیب ہے یا نہیں ہے یہ بعد کی بات ہے مگر تمہاری نگاہ کہاں تک ہے، تمہاری نگاہ تمہارے سامنے جو دیوار ہے وہاں تک ہے، تمہاری نگاہ دیوار تک ہے جو دیوار تمہارے پیچھے ہے، تمہاری نگاہ فقط حواس کی حد تک ہے، تم کیا دیکھتے ہو، تم کیا سنتے ہو، تم کیا چکھتے ہو، تم کیا محسوس کرتے ہو، یہ حواسِ خمسہ کی دیواریں ہیں، تو اے حبیب! ہم تم سے کہتے ہیں اب:

”وَسَوَّأْنَا عَلَيْهِمْ ءَانَذَرْتَهُمْ ءَمْرًا لَّهُمْ تَنْذِرُهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ“ (سورہ لیس آیت ۳)

”اور اب تم انہیں ڈراؤ نہ ڈراؤ یہ کمی بھی ایمان لانے والے نہیں ہیں۔ یہ بڑا مشکل مسئلہ ہے اس کو میں یہاں نہیں بیان کروں گا، مجالسِ محرم کے بعد ہر کسی موقع پر یہ گفتگو ہوگی، اے حبیب! ڈرتا کون ہے، ارشاد ہوا: ”إِنَّمَا تُنذِرُ مَنِ اتَّبَعَ الذِّكْرَ وَخَشِيَ الرَّحْمَنََ الْغَيْبَ“ ڈرتے وہ ہیں جو ذکر کی پیروی کرے اور غیب پر ایمان (سورہ لیس آیت ۱۱) رکھے۔“ ذکر کی پیروی کرے، دیکھیے یہ نہیں کہا کہ جو ذکر کرے، نہیں وہ نہیں جو ہو حق کرے وہ نہیں، رات بھر جاگ کر نعرے لگائے وہ نہیں، بلکہ ”اتِّبَاعُ ذِكْرٍ“ جو ذکر کی پیروی کرے، یہ قرآن ہے، اور غیب کے ساتھ رحمن

”فَبَشِّرْهُ بِمَغْفِرَةٍ وَأَجْرٍ كَرِيمٍ“ (سورہ یس آیت ۳۶)
 اُس کو مغفرت کی بشارت دو جو ذکر کی پیروی کرے اور بتلا دو کہ قیامت

کیا ہے۔

”إِنَّا نَحْنُ نُحْيِي الْمَوْتَىٰ وَنَكْتُبُ مَا قَدَّمُوا وَآثَارَهُمْ
 وَكُلُّ شَيْءٍ أَحْصَيْنَاهُ فِي إِمَامٍ مُّبِينٍ“ (سورہ یس آیت ۳۶)
 یقیناً ہم مردوں کو زندہ کرتے ہیں، اور جو کچھ کیا قیامت کی تیاری کے لیے،
 جن اسباب کو ہم کیا، وہ لکھ لیتے ہیں اور جو کچھ چھوڑ کر آ رہا ہے نسلوں
 کی ہدایت کے لیے یا نسلوں کو گمراہ کرنے کے لیے، وہ بھی لکھ لیتے ہیں،
 اس لیے عمل مسلسل ہے، ہدایت بھی مسلسل ہے، ضلالت یعنی گمراہی بھی
 مسلسل ہے۔ میرے ساتھ سورہ یس کو پڑھتے چلیے حافظ کو
 تازہ کیجیے :

”وَاضْرِبْ لَهُم مَّثَلًا أَصْحَابَ الْقَرْيَةِ ۖ إِذْ جَاءَهَا
 الْمُرْسَلُونَ ۚ إِذْ أَرْسَلْنَا إِلَيْهِمُ اشْتِينَ فَكَذَّبُوهُمَا
 فَعَزَّزْنَا ثَلَاثًا فَقَالُوا إِنَّا إِلَيْكُم مُّرْسَلُونَ ۚ قَالُوا
 مَا أَنْتُمْ إِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا ۖ وَمَا أَنْزَلَ الرَّحْمَنُ مِنْ
 شَيْءٍ ۖ إِنْ أَنْتُمْ إِلَّا تَكْذِبُونَ ۚ قَالُوا رَبَّنَا عَلِّمُ
 إِنَّا إِلَيْكُم مُّرْسَلُونَ ۚ وَمَا عَلَّمْنَا إِلَّا الْبَلْغَةَ الْعَمِيَّةَ ۚ
 قَالُوا إِنَّا تَطَيَّرْنَا بِكُمْ ۖ لَئِنْ لَمْ تَنْتَهُوا نَرْجِمْكُمْ
 وَلْيَمْسِكُمْ مَنَا عَذَابُ إِلَيْنَا ۚ قَالُوا طَائِفُكُمْ
 مَعَكُمْ ۖ أَيْنَ ذُكِّرْتُمْ ۚ بَلْ أَنْتُمْ قَوْمٌ مُّسْرِفُونَ ۚ“
 (سورہ یس آیت ۱۳ تا ۱۹)

”اے حبیب! ان کو مثال دو“ دیکھیے اللہ مثال دے رہا ہے ایک شہر کی طرف ہم نے مرسل بندوں کو بھیجا تھا، ہم نے دو پیغمبر بھیجے، انھوں نے دونوں کو جھٹلایا، ہم نے تیسرے سے ان کی مدد کی، ہمارا سلسلہ ہدایت مسلسل ہے ہم مگر ای کی حالت میں کسی کو چھوڑتے نہیں ہیں جب کوئی عہد اگر اہ نہ بنے، انھوں نے کہا ہم مرسل ہیں شہر والوں نے جواب دیا تم تو ہماری طرح سے انسان ہو، رحمن نے کوئی معجزہ کوئی کرامت تو تمھارے ہاتھوں پر ظاہر نہیں کی، تم نبی نہیں ہو مرسل نہیں ہو جھوٹے ہو، اب انبیاء کیا کرتے، اللہ اس کا گواہ ہے، ہمارا کام فقط پہنچانا ہے، شہر والوں نے جواب دیا ہم نے تم کو منحوس پایا تم بہت نحوست والے ہو، ہم نے تم سے فال برد لیا، جب سے آئے ہو شہر میں نحوست پھیلی ہوئی ہے، اللہ کا ذکر کرنے والے جب ذکر کرتے ہیں دنیا ان کو نحوست سمجھتی ہے اے یہ طریقہ شروع سے ہے، جہاں ذکر شروع ہوا پہننے لگے نحوست آئی شہر والے مرسلیں سے کہنے لگے اگر تم باز نہ آئے تو ہم پتھر پھینکیں گے وہ دن اور آج کا دن، فطرت انسانی نہیں بدلتی ہے، جب حق کا ذکر ہو اور گھبرا کر یہ سمجھے کہ نحوست آرہی ہے پتھر پھینکتے ہیں، ہم دردناک عذاب میں مبتلا کر دیں گے، پتھر بھی پھینکیں گے، سنگسار کریں گے، مگر انبیاء ڈرنے والے نہیں ہیں پتھروں سے، اور نہ انبیاء کے ماننے والے پتھروں سے ڈرتے ہیں، سورۃ لیس سب پڑھتے ہیں نا؟ پتھروں سے کیا ڈر ہے، سنگساری سے اور سنگباری سے امر حق کا اعلان کرنے والے کیا پیچھے ہٹ جائیں گے، انھوں نے

مسکرا کر جواب دیا، انبیاء نے جواب دیا: شہر والو! تمہاری نحوست تو تمہارے ساتھ ہے، تم خود منحوس ہو، تم ہم کو منحوس سمجھتے ہو، تم ہمارے ذکرِ حق کو منحوس سمجھتے ہو، تمہاری نحوست تو تمہارے ساتھ ہے، جب تم پیدا ہوئے منحوس تھے، جب بچے ہوئے منحوس تھے، جب جوان ہوئے منحوس تھے، جب مرو گئے منحوس مرو گئے اور جب قیامت میں اٹھو گے تو منحوس اٹھو گے۔ تم مُسْرِف قوم ہو، تم عدل سے ہٹ چکے ہو، تم نبی کو نبی کے ذکر کو ذکرِ حق کو منحوس سمجھتے ہو، نحوست تو تمہاری تمہارے ساتھ ہے، نحوست تمہارے ساتھ لیٹی ہوئی ہے۔

آپ نے محسوس کیا کہ جہاں نبیؐ نے کہا، تم کو آنا ہے حساب کے لیے، ساتھ نبیؐ کی تکذیب ہوئی، نبیؐ کو جھٹلایا، دنیا کے لیے جو چہار دیواری مقرر کر دی گئی ہے تو دنیا جاسیتی ہے اُسی چہار دیواری تک نبیؐ بھی محدود رہے۔ میری باتوں کو سمجھیے، مشکل ترین عنوان کو میں نے آپ کے لیے سہل ترین بنانے کی کوشش کی ہے۔ وہ دیکھ رہے ہیں اپنی چہار دیواری تک، جب نبیؐ اُدھر دیکھ کر بات کرتے ہیں تو کہتے ہیں آپ کو غیب کا علم کیسے ہو گیا، کسی کو غیب کا علم نہیں ہے، کوئی غیب نہیں جان سکتا۔ عزیزو! جو چہار دیواری میں محدود ہے تو اُس کے لیے غیب ہے، وہ کسی بلندی پر جانے والے کے لیے حضور ہے، جو اور زیادہ بلند ہو جائے اُس کے لیے اور حضور ہے، سورہ نمل میں ارشاد ہوا:

”وَمَا مِنْ غَائِبَةٍ فِي السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ إِلَّا فِي كِتَابٍ مُبِينٍ ۝“
(سورہ نمل آیت ۲۵)

”اور آسمان اور زمین میں جو بھی شے غائب ہے وہ (سب کی سب) کتابِ مبین میں ہے۔“

اور سورہ فاطر میں ارشاد ہوا:

”ثُمَّ أَوْزَنَّا الْكِتَابَ الَّذِينَ اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا“

”پھر ہم نے اپنے مصطفیٰ بندوں کو کتاب کا وارث بنایا (ہے)،“

(استدلال سمجھ میں آیا)

غیب کتابِ مبین میں ہے، زمین و آسمان کا غیب کتابِ مبین میں ہے، اور کتابِ مبین کے وارث مصطفیٰ بندے ہیں، ہم نے انھیں کتاب کا وارث بنایا جن کو ہم نے اپنے بندوں میں سے مصطفیٰ کیا، سارے بندوں کو وارث نہیں بنایا، اور وہ وارثانِ کتاب کچھ کہیں پھر کس کی مجال ہے کہ یہ اعتراض کرے، یہ آپ نے غیب کیسے کہ دیا، ارے کتاب ہی سے تو کہہ رہے ہیں، ہاں آپ سمجھ نہ سکے، کیوں سمجھ نہ سکے، اس لیے کہ کتاب کو مفس نہیں کر سکتا مگر ظاہر۔

”إِنَّهُ لَقُرْآنٌ كَرِيمٌ ۖ فِي كِتَابٍ مَكْنُونٍ ۚ لَا يَمَسُّهُ إِلَّا الْمُطَهَّرُونَ ۚ“
(سورہ واقعہ آیت ۷۹)

”بیشک کتاب یعنی قرآن کریم، کتابِ کنون میں ہے اُس کو مفس نہیں کر سکتا مگر ظاہر۔“

وہ جس کا جسم پاک ہو، جس کا شعور پاک ہو، جس کی قوتِ متخیلہ پاک ہو، — ارے نہیں — جس کی ولادت ظاہر ہو، —

ایک ایک دقیقہ کو قیمتی جانیے، میرے الفاظ کو سمیٹنے کی کوشش کیجیے، زمین و آسمان میں جو کچھ غائب ہے وہ سب کچھ کتابِ مبین میں ہے۔ اور اب یہ دوسرا مسئلہ، ”سورہ جن“ میں ارشاد ہوا:

”عَلِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلَىٰ غَيْبِهِ أَحَدًا ۚ إِلَّا مَنِ ارْتَضَىٰ مِنْ رَسُولٍ ۚ“
(سورہ جن آیت ۲۶-۲۷)

” غیب کا عالم اپنے غیب کو کسی پر ظاہر نہیں کرتا ہے جب تک رسولوں

میں سے کسی کو مرتضیٰ نہ کر لے۔ “

علم غیب مرتضیٰ بندوں کے پاس ہے۔

”سورہ تکویر“ کی تلاوت کا شرف حاصل کر چکا، دوبارہ پڑھوں گا اور جب

مجھے تقریر کے درمیان ضرورت ہوگی بار بار پڑھوں گا۔۔۔۔۔

” اِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ “

” جب آفتاب بے نور ہو جائے گا “

کسی تفصیل و تفسیر کی ضرورت نہیں ہے، ایک دن آفتاب کو بے نور ہونا ہے

وَ اِذَا النُّجُومُ انْكَدَرَتْ پورے سورے کی تفصیل ہم کسی دن پیش

کریں گے۔ یہ آیات سنئے — اِنَّهُ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ ؕ

ذِي قُوَّةٍ عِنْدَ ذِي الْعَرْشِ مَكِيْنٍ ؕ مُطَاعٍ ثَمَّ اَمِيْنٍ ؕ

وَصَاحِبِكُمْ لِيُبْجَنُوْنَ ؕ وَلَقَدْ رَاَهُ بِالْاُفُقِ الْمُبِيْنِ ؕ وَ

مَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِيْنٍ ؕ (سورہ تکویر آیات ۱۹ تا ۲۴)

”بلاشبہ رسولِ کریم کا ارشاد ہے، رسولِ کریم کوئی ہے، کہاں ہے؟ صاحبِ عرش

کی عنایت میں ہے، صاحبِ عرش کی قربت میں ہے، اُس کی اطاعت کی جاتی

ہے، وہ امین ہے، تمہارا صاحبِ محنون نہیں ہے جو یہ تفصیلِ محشر دے رہا

ہے، اُس نے اُفقِ مبین پر دیکھا ہے، وہ غیب پر بخیل نہیں ہے، اُس کو خدا

نے غیب کا علم دیا ہے تو وہ بتاتا بھی جاتا ہے، غیب اضافی ہے، آوازِ سنی

صورت نہیں دیکھی آپ نے تو سامع کے لیے حضور ہے، باصرے کے لیے غیب ہے

رنگ کو دیکھا ہے آپ نے چکھا نہیں آپ نے تو باصرے کے لیے حضور ہے ذائقے

کے لیے غیب ہے، اسی طرح جیسے انسان بلند ہوتا جاتا ہے پست کھلتے غیب ہے

اعلیٰ کے لیے حضور ہے، اعلیٰ کیلئے حضور ہے تو انسانیت کو بلند کرنے کے لیے وہ سمجھاتا جاتا ہے، ایسا ہوگا، ایسا ہوگا، تو یہ نہ سمجھنا کہ وہ غیب کی باتیں کر رہا ہے، اے وہ قرآن پڑھ رہا ہے۔ محمد ابن عبد اللہ حاکم، نیشاپور کے رہنے والے ہیں، شہدہ میں اُن کی وفات ہے، ۳۸۰ھ میں انھوں نے ”مستدرک“ کو لکھا ہے صحیح بخاری اور صحیح مسلم کے عادل راویان حدیث سے جو حدیثیں موجود تھیں اور دونوں کتابوں میں شامل نہیں کی گئیں اُن حدیثوں کو حاکم نے جمع کیا ہے۔ کل میں دُرود والی روایت پڑھ چکا ہوں لیکن پھر پڑھوں گا، راوی نے پوچھا پیغمبر سے کہ اگر صور پھینکے اور ہم پریشان ہوں اور جیسا کہ آپ فرماتے ہیں زمین و آسمان میں ایک چیخ کی آواز سُنی جائے گی، اللہ کے رسول اُس وقت ہم کیا کریں؟ ”الحمد للہ آپ کو یاد ہے روایت“ — ختمی مرتبت نے ارشاد فرمایا کہ: ”محمد پر اور میری آل پر دُرود بھیجتے جاؤ۔“ یہاں آپ سُن چکے تھے، اب میں آگے بڑھوں۔ راوی نے کہا اُس وقت تک تو آپ کی بڑیاں گھل چکی ہوں گی، یہ حاکم کی پوری روایت ہے۔ ختمی مرتبت نے ارشاد فرمایا: انبیاء کے جسموں پر ہاتھ لگانا زمین کے لیے حرام ہے، اجسادِ انبیاء کو زمین حفاظت سے رکھتی ہے۔ نبی کا جسد باقی ہے اوروں کا نہیں، صرت نبی کا جسد باقی ہے، گھبراہٹ کیوں ہے آپ کو، پریشانی کیا ہے آپ کو، نبی کا بدن باقی ہے اس لیے نبی پر سلام نبی پر دُرود، یہ حدیث ہے اور روایت کی منزل ختم ہوئی، اب قرآن، یہ قرآن ہے، سورہ زمر میں ارشاد ہوا:

”وَنُفِخَ فِي الصُّورِ فَصَعِقَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي

(سورہ زمر آیت ۶۸)

الْاَرْضِ

”اور (جب) صور پھینکے گا تو زمین اور آسمانوں میں جو بھی ہے وہ سہوٹا

ہو جائے گا (اور) گر پڑے گا۔“

"إِلَّا مَنْ شَاءَ اللَّهُ" (سورہ زمر آیت ۶۸)

"مگر وہ (بیہوش نہ ہوں گے) جن کو اللہ چاہے (گا)۔"

یہ قرآن کا استثناء دیکھیے، کچھ انسان ہوں گے، إِلَّا مَا شَاءَ اللَّهُ نہیں ہے، إِلَّا مَنْ شَاءَ اللَّهُ ہے، "مَنْ" ذوی العقول کے لیے آتا ہے، انسانوں کے لیے آتا ہے، کچھ انسان ایسے ہوں گے جو مطمئن ہوں گے وہ کون لوگ ہوں گے، ابھی پتہ چلتا ہے، آیت کو آیت سے ملاتے چلیں۔
سورۃ انبیاء میں ارشاد ہوا:

"إِنَّ الَّذِينَ سَبَقَتْ لَهُمْ مِنَّا الْحُسْنَىٰ أُولَٰئِكَ عَنْهَا مُبْعَدُونَ" (سورہ انبیاء آیت ۱۰۱)

"بیشک جن لوگوں کو ہماری طرف سے نیکیاں بڑھ کے گھیر لیں گی وہ

اُس سے (مصائبِ محشر سے) دور رکھے جائیں گے۔"

"لَا يَسْمَعُونَ حَسِيسَهَا" وَهُمْ فِي مَا اشْتَهَتْ

أَنْفُسُهُمْ خِلْدُونَ" (سورہ انبیاء آیت ۱۰۲)

"اُس کی (غذائِ محشر کی) ذرا سی بھی آواز (جھک) ان کے

کالوں تک نہیں جائے گی، اور وہ ہمیشہ اُس مقام پر رہیں گے جس کو

اُن کا نفس چاہے گا۔ (یعنی دل پسند)۔"

وہ نفس جس کو صورِ اسرافیل سے زحمت نہیں ہوتی، وہ نفس جس کو خوفِ محشر

مُس نہیں کر سکتا، وہ نفس جو چاہے گا وہ چیز اُس کو میسر آ جائے گی۔ کیا وہ نفس

وہاں جا کر پرندے کا گوشت مانگے گا، کیا حور و قصور مانگے گا، اُن کا نفس کیا چاہے

گا، اِس پر ہم کل گفتگو کریں گے۔ آج صرف اتنا کہ اِس منزلِ کمال پر:

"وَتَتَلَفَّهِمُ الْمَلَائِكَةُ" (سورہ انبیاء آیت ۱۰۳ سے)

”هَذَا يَوْمُكُمْ الَّذِي كُنْتُمْ تُوعَدُونَ“ (سورہ انبیاء آیت ۱۰۱)

”ارے یہ دن تو تمہارا ہے جس کا تم سے وعدہ کیا گیا تھا“

آج تمہارا دن ہے، کہو کچھ کہنا ہے، بتلاؤ کیا کہنا ہے، کسی منزل پر
کہا تھا رسولؐ نے بیٹی سے فاطمہؑ زہراؑ قیامت میں کیا کروگی؟ بابا — !
مجبور اختیار اُسی روز پائے گی۔

ہنس کر کہا میری تو اُسی دن بن آئیگی مجبور اختیار اُسی روز پائے گی
اس باغ میں بہاؤ میری گل کھلائیگی جنت میں بے لیے انھیں ترہیز جائے گی

ہوں گی میانِ حشر نہایت ہجوم سے

ان سب کو لیکے جاؤنگی جنت میں دھوم سے

”هَذَا يَوْمُكُمْ الَّذِي كُنْتُمْ تُوعَدُونَ“ (سورہ انبیاء آیت ۱۰۱)

یہ تمہارا دن ہے، آج — آج — یہ دن — تمہارا

دن ہے تمہارا — یہ قیامت کا دن، یہ تمہارا دن ہے۔ یہ مظلوم کا

دن ہے — ظالم کا دن نہیں ہے۔ یہ معصوم کا دن ہے —

یہ یومِ عدل ہے — یومِ حساب ہے — لے کر بلا گواہ رہنا

— ! لے زمین کر بلا — تیرا ذرہ ذرہ قیامت میں گواہی دے گا

فاطمہؑ کا لہو کہاں کہاں گرا ہے۔

کر بلا تجدیدِ مسرتی مومن، کر بلا ارتقاءِ بشر، کر بلا کمالِ ایمان کا

اہتمام، کر بلا منتہیِ صبرِ امام، کر بلا سجدہٴ آخر کی زمین، کر بلا علیؑ اصغر کا گہوارہ

کر بلا علیؑ اکبر کی خواب گاہ، کر بلا عباسؑ کی آرام گاہ، حسینؑ کر بلا پہنچ گئے،

کر بلا گواہی دے قیامت میں، کس کرب کے عالم میں کوئی پکار رہا تھا میں محمدؐ

کا نواسہ ہوں، کر بلا کی زمین تو گواہی دے تیری زمین پر رُگل آٹھ دن کے لیے فاطمہؑ

کالال آیا تھا۔ محرم کی دوسری کو آیا اور دسویں کو گھر آجڑ گیا، مگر کربلا کے
یہ آٹھ دن قیامت تک محیط ہو گئے، کربلا کی زمین! زہر کی امانتیں ہیں تجھ پر
گفتگو ختم ہوئی۔ دوسری کو حسین پہنچے۔ اور گیارہ محرم کو جب عینے کی سوار کیا
کربلا سے واپس جانے لگیں تو زینب نے ایک ایک کو آواز دی، عباسؑ آؤ،
علی اکبرؑ آؤ، قاسمؑ آؤ، شہزادی نے ایک ایک کو سوار کیا اور جب عابدؑ بکریا
کو دیکھا تو گھبرا گئیں، کہا بیٹا! یہ تمہارے چہرے کا کیا حال ہو گیا۔
رو کر کہا، ہم جا رہے ہیں، بھو بھی اماں بابا اکیسے رہ گئے، — زینب
نے کہا، عابدؑ بکریا یہ کربلا آباد ہوگی، یہاں زوار آئیں گے۔



(۵۳)

زیرِ طبع

”مجالسِ تِراپی“ جلدِ ششم
”ہدایتِ الہی“ (دس مجلسیں)

”مجالسِ تِراپی جلدِ ہفتم“
”دینِ مَرُفُی“ (دس مجلسیں)

”مجالسِ تِراپی جلدِ ہشتم“
”اسلام اور مسلمانوں کی تاریخ“ (دس مجلسیں)

”مجالسِ تِراپی جلدِ نہم“
”دعا اور اتمامِ نعمت“ (دس مجلسیں)

”مجالسِ تِراپی جلدِ دہم“
”اسلام میں حدیث کا اثر و رسوخ“ (دس مجلسیں)

مرکزِ علومِ اسلامیہ

فلپٹ نمبر ۴۔ آئی۔ نعان ٹیرس۔ فیز۔ ۳
یونیورسٹی روڈ۔ گلشن اقبال بلاک گیاتہ کراچی

فون: ۸۱۱۲۸۶۸ — ۸۱۱۰۶۴۵

مجلسِ حرام

”قیامت اور قرآن“

- ۱۔ قیامت نہیں آئیگی جب تک امام مہدی نہ آجائیں۔ ارشادِ پیغمبر اکرم ہے۔
- ۲۔ اللہ اُس کو علمِ غیب دیتا ہے جس کو مرتضیٰ بنالیتا ہے۔
- ۳۔ ماضی بھی غیب ہے، مستقبل بھی غیب ہے۔
- ۴۔ بہت سے رہنما قیامت میں اپنے پیروکار سے تبرا کریں گے۔
- ۵۔ قیامت میں سبب اور نسب دونوں ختم ہو جائیں گے
- ۶۔ صرف پیغمبر اکرم کی رشتہ داری باقی رہے گی۔
- ۷۔ قیامت میں ظالم اپنے ہاتھوں کو دانت سے چبائے گا۔
- ۸۔ شہادتِ حضرت عونؓ و محمدؓ۔

نشر پارک۔ کراچی

۱۹۶۸ء

۲۴ محرم

مجلسِ چہارم

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝
لَا اُقْسِمُ بِیَوْمِ الْقِیَمَةِ ۝ وَلَا اُقْسِمُ بِالنَّفْسِ اللَّوَّامَةِ ۝
(سورہ قیامت آیت ۱-۲)

”قیامت اور قرآن“ کے عنوان سے یہ ہماری پچھٹی تفسیر آپکی سماعت کے لیے ہدیہ ہے، کوشش اس امر کی ہے کہ قرآن کی آیت سے یہ واضح کیا جائے کہ قرآن نے جس قیامت کو محکم بنا کر پیش کیا تھا دنیا اُسے مُشاہدہ بنانا چاہتی ہے۔ اس قیامت کو زیرِ بحث لاتے ہوئے قرآن نے کہا تھا:

”اِنَّ السَّاعَةَ لَا رَیْبَ فِیْهَا“ (سورہ کہف آیت ۲۱)

”اس قیامت کے آنے میں ذرا سا بھی شبہ نہیں ہے“

”وَ اِنَّ السَّاعَةَ اَتِیَتْ لَا رَیْبَ فِیْهَا“ (سورہ مرج آیت ۱۰)

”اور قیامت یقیناً آنے والی ہے اس میں شک نہیں ہے“

”لَا رَیْبَ“ قرآن کے لیے کہا یا قیامت کے لیے کہا ہے۔ اس میں شک

نہیں، آج مسلمانوں کی فکر میں کتنے شبہات قیامت میں ہیں۔ شاید ہی کسی

اور مسئلے میں ہوں، لیکن یہ حقیقت ہے کہ سب سے بڑھ کر قرآن پر ایمان رکھیں،

اس لیے ہمارا فریضہ یہ ہو جاتا ہے کہ ہم قرآن سے قیامت کی آیات کو مسلسل

پڑھتے جائیں اور ترجمہ کریں:

”وَنُفِخَ فِی الصُّورِ فَصَعِقَ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِی

الْاَرْضِ“ (سورہ زمر آیت ۶۸)

”اور صور پھنکا — یہ پہلا صور ہے جب سب کچھ ختم ہو جائے گا اور پھر دوسری مرتبہ صور پھنکے گا تو سب زندہ کر دیے جائیں گے۔

سورہ یٰسّٰی میں ارشاد ہوا :-

”وَنُفِخَ فِي الصُّورِ فَإِذَا هُم مِّنَ الْأَجْدَاثِ إِلَىٰ رَبِّهِمْ يَنْسِلُونَ ۝ (سورہ یٰسّٰی آیت ۵۱)

اور صور پھنکا، قبروں سے اُٹھے، اب اپنے رب کی طرف گئے

ان کو واپس جانا ہے۔

”قَالُوا يٰوَيْلَنَا مَنۢ بَعَثَنَا مِن مَّرْجَدٍ نَّاهٰذَا
مَّا وَعَدَ الرَّحْمٰنُ وَصَدَقَ الْمُوْسَلُوْنَ (سورہ نسا آیت ۷۸)

اے ہم کو کس نے اُٹھایا ہماری قبر سے، یہ ہے اللہ کا وعدہ

ہم نے اُٹھایا ہے۔ انبیاء سچے ہیں۔ قبروں سے کہتے ہوئے
اُٹھے انبیاء سچے ہیں، انبیاء کی تصدیق کب کی مرنے سے پہلے نہیں، قبر سے
اُٹھنے کے بعد، یہ جہنم کا وعدہ ہے مُرسل سچے اور جب تک یہاں زندگی تھی
مسلل شعار تھا تکذیب انبیاء، انبیاء کو جھٹلانا ان کا کام تھا، بار بار ان
کو تنبیہ کی گئی بظاہر عذاب آئے، لیکن کسی نے اعتنا نہیں کیا، یہاں تک کہ
وہ گھڑی آگئی، چلو اب رب کی بارگاہ میں جاننا ہے، قبل اس کے کہ ہم تفصیل
محشر شروع کریں۔ میں نے عرض کیا کہ قرآن کی آیات کی تلاوت اس طرح کی
جائے گی کہ آپ یہ سمجھیں گے کہ عرصہ محشر میں بیٹھے ہوئے ہیں۔ جب سننے والے
طے کر لیتے ہیں کہ غور کریں گے تو وہ اس مضمون میں وارد ہو جاتے ہیں۔ جب
آیت پڑھی جاتی ہے تو وہ آپ پر طاری ہو جاتی ہے۔ میں آپ کے حُسنِ سماعت
کا ہمیشہ سے قائل رہا ہوں۔

میں نے "مستدرک حاکم" سے صور پھینکنے کا حال بیان کیا تھا، آخری جلد میں روایت ہے "باب لاہوال" میں ہے۔ "اِہوال" ہائے حُطّٰی سے نہیں ہے "اِہوال" ہول کی جمع ہے، قیامت کی ہولناکی کا بیان ہے اس جلد میں، اسی کتاب سے ایک اور حوالہ، اسی کتاب لاہوال سے پہلے ایک اور باب ہے کتاب "الفتن والمُسلّٰل" کہتے ہیں، یعنی قیامت سے پہلے کیا آزمائشیں آئیں گی، اس باب کے آخر میں حاکم نیشاپوری نے چار حدیثیں مسلسل نقل کی ہیں۔ پہلی حدیث ابوسعید خدری سے ہے، دوسری حدیث اُمّ المؤمنین حضرت اُمّ شلہ سے ہے، تیسری حدیث سعید ابن مسیب سے ہے، جو روایت کرتے ہیں حضرت اُمّ شلہ سے، چوتھی حدیث، عوف ابن عوف سے ہے اور یہ چوتھی حدیث دلچسپ ہے۔ راوی نے پیغمبر سے پوچھا کہ آئینگی قیامت؟ فرمایا: نہیں آئے گی قیامت جب تک میرا بیٹا ہڈی نہ آجائے " اسی نشتر پارک میں ۱۳ رجب کو تقریر کرتے ہوئے میں نے کہا تھا ہمارے ایک محقق اس پر تحقیق کر رہے ہیں کہ ایسی کوئی ہستی ہے بھی؟ آنے والی کوئی ایسی ہستی ہے بھی جس کو ہڈی کہتے ہیں، اور اُسی دن میں نے یہ بھی کہا تھا کہ وہ ایک کتاب لکھنا چاہتے ہیں کہ یہ سب اسلام کے "اولیٰ باطلہ" ہیں، یہ سب باطل و ہم ہیں، رجب سے محرم تک ہم نے انتظار کیا، بحمد اللہ اب تک تو کوئی ایسی کتاب نہیں آئی، ممکن ہے بعد میں اُن کو یہ احساس کروایا گیا ہو کہ جو بھی کتاب لکھی جائے گی اگرچہ آپ کی رائے ہوگی مگر نقصِ معصوم کے خلاف ہوگی، ارشادِ معصوم کے خلاف ہوگی، آج معصوم کا ارشاد پڑھ رہا ہوں ارشاد فرمایا سرکارِ رسالتؐ نے کہ نہیں آئے گی قیامت جب تک کہ میرے اہل بیت میں سے، میری عترت میں سے، پھر تشریح کی فاطمہ کی اولاد میں سے

مہدی نہ آجائے۔ ” مستدرك حاکم “ گزشتہ تقریروں میں عرض کر چکا کہ جو آپ کے لیے حضور ہے وہ دوسرے کے لیے غیب ہے۔ جو صاحب علم کے لیے ظاہر ہے وہ جاہل کے لیے غیب ہے اور جو ولی کے لیے حضور ہے وہ غیر ولی کے لیے غیب ہے۔ ولی کے معنی آپ کو معلوم ہیں، آپ مجھ سے کئی بار یہ حدیث سُن چکے ہیں ” اللہ جاہل کو ولی نہیں بناتا “ جہاں ولایت ہے وہاں علم ہے اس لیے کہ ولایت عین شہود ہے، ولایت عین حضور ہے، اسی طرح جو نبی کے پاس حاضر ہے وہ غیر نبی کے لیے غیب ہے اور خاتم النبیین کے پاس حاضر ہے، کون خاتم النبیین؟ اب تعریف سنئے :

” عَلِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلَىٰ غَيْبِهِ أَحَدًا ۖ إِلَّا مَنِ ارْتَضَىٰ مِنْ رَسُولٍ “ (سورہ جن آیت ۲۷)

” وہ اپنا علم غیب کسی کو نہیں دیتا جب تک رسولوں میں سے کسی کو ارتضیٰ نہ کرے “

اُس نے خاتم النبیین کو علم دیا اور قرآن جیسی کتاب عطا کی، وہ قرآن جس کی تعریف کر چکا ہوں :

” وَمَا مِنْ غَائِبَةٍ فِي السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ إِلَّا فِي كِتَابٍ مُّبِينٍ “ (سورہ النمل آیت ۷۵)

اور زمین و آسمان میں جو بھی شے غائب ہے وہ (سب کی سب)

کتابِ مبین میں ہے۔ “

وہ کتاب مبین لے کر نبی آیا، اُس کے لیے سب حضور ہے۔ اُحد بھی حضور ہے، خیر بھی حضور ہے، بد بھی حضور ہے، اُس کے لیے غیب نہیں، ہم سلسلہ گفتگو میں بتائیں گے کہ غیب کے حدود کیا ہیں جس دن

آپؐ نے کہا: "إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ" میں اللہ کا رسول ہوں۔ "لوگوں نے کہا: رسول بن کر آگئے، وہ سامنے جو درخت ہے اُسے اپنی طرف بلائیے۔ امیر المؤمنینؑ قسم کھا کر کہتے ہیں: جس کے قبضہ قدرت میں محمدؐ کی جان ہے پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا: وہ درخت ابھی آتا ہے مگر میں تو تم میں سے بہت لوگوں کو بدر کے غار میں مُردہ پار رہا ہوں، تم ایمان کیسے لاؤ گے، بدر کی لڑائی یعنی پندرہ برس کے بعد جو واقعہ ہونے والا ہے، اُس کی خبر پیغمبرؐ ابھی سے بیان کر رہا ہے کہ تمہاری صورتوں کو تو میں بدر کے گڑھے میں دیکھ رہا ہوں۔ دنیا کہتی ہے نبیؐ کے پاس غیب کیسے آسکتا ہے:

"وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِينٍ" (سُورَةُ الْكُوفِرِ آيَةُ ۲)

"اور وہ (خدا) اپنے غیب پر بخیل نہیں ہے"

عذر دیتے ہیں بادِ ظُلم و قدحِ خوار دیکھ کر — غالب
جس کو مستعد پاتے ہیں جس کی استعداد کو دیکھتے ہیں اُس کو علم عطا کرتے
ہیں، ہر علم غیب ہے آپؐ کیا جانیں اس امر کو، آپؐ کا بچہ بیمار ہو تا ہے
آپؐ اُس کو ڈاکٹر کے پاس لے جاتے ہیں، آپؐ نے صرغ بچے کی حرارت کو
دیکھا، ڈاکٹر نے خون میں دوڑتے ہوئے جراثیم کو دیکھا، اور اُس نے پہچانا
کہ یہ ملیریا کے جراثیم ہیں یا ٹائیفائڈ کے جراثیم ہیں جو ڈاکٹر کی نگاہ میں حضورؐ
ہے وہ آپؐ کی نگاہ میں غیب ہے۔ جس پیغمبرؐ کو اولین و آخرین کا علم
دیا گیا اُس کے لیے آسان ہے کہ وہ یہ کہے "قیامت نہیں آئے گی جب تک
میرا بیٹا عہدِ نبی نہ آجائے" "مستدرکِ حاکم" کے الفاظ یہ ہیں،
"زمین جیسے ظلم و جور سے بھری ہوگی اُس کو عدل سے معمور کر دے گا"
انصاف سے بھر دے گا۔" راوی نے پھر پوچھا کہ قیامت کا آنا کیا لازم ہے؟

پیغمبر نے ارشاد فرمایا: اس لیے کہ اللہ کی حجت تمام ہو جائے، تاکہ انسانوں کی اللہ پر حجت باقی نہ رہے اور یہ نہ کہہ سکیں کہ رسول کو آئے ہوئے اتنا زمانہ گزر گیا تھا ہم بھول گئے تھے، اب اگر دنیا نہیں مانتی ہے تو نہ مانے اور جب آئے گا تو یہی کہیں گے:

”هَذَا مَا وَعَدَ الرَّحْمَنُ وَصَدَقَ الْمُرْسَلُونَ“ (سورہ یس آیت ۵۲)

”اس کا تو رحمن نے وعدہ کیا تھا اور مرسل سچے تھے۔“

ہم یہی تو کہتے ہیں کہ قبر سے اٹھتے وقت ماننے سے کیا فائدہ، یہیں مانتے ہو چلو، دو حالتیں ہیں۔ نہیں ہے قیامت —! نہیں ہے معاد، نہیں ہے محشر، نہیں ہے میزان، نہیں ہے نامہ اعمال، نہیں ہے کوثر، نہیں ہے سلسبیل، نہیں ہے جنت، نہیں ہے جہنم، ماننے میں آپ کا کیا بگڑتا ہے آپ کو برادری سے کوئی خارج کر دیتا ہے، آپ کا نہ ماننا اگر احتیاط کا لازمہ ہے تو گذشتہ قیامت تو کیا کرو گے۔ معمولی سی بات ہے۔ اس لیے مان لینا احتیاط کا تقاضا ہے، یاد رکھو مانتے مانتے، ایمان لاتے لاتے کچھ عادتیں ہو جاتی ہیں، جیسا کہ میں نے کہا جس کو درود کی عادت ہی نہ ہو تو وہ صور اسرافیل پھینکے یا اسے جہنم میں جھونک دو وہ درود نہیں پڑھے گا، یہ عادت پر منحصر ہے، اور عادت بڑی عجیب چیز ہے یہ ایک نفسیاتی مسئلہ ہے، فلسفہ کا مسئلہ ہے، علمی مسئلہ ہے، (ANTHROPOLOGY) ”تاریخ انسان“ یعنی انسان کے متعلق معلومات۔ یہ اتھروپالوجی کا مسئلہ ہے، یہ بڑا اہم مسئلہ ہے حیاتِ انسانی میں کہ عادت کا کیا مقام ہے۔ بحث کی کیا ضرورت مگر ایک بات یاد رکھیے، اس تسلسل کے باوجود خود آپ کا ماضی غیب ہے۔ میں کچھ عرض کر رہا ہوں، دیکھیے خدا نخواستہ کوئی بزرگ عالم تخیل میں یہ سمجھیں کہ کتنی لپٹی

تک جا رہا ہے، نہیں ایسا نہیں، حکیم علیم رحیم اگر اس نطفے کو جس نطفے سے انسان کو بنایا گیا ہے اس نطفے کو سامنے رکھ کر کہے یہ تو ہے پہچانے گا؟

نہیں پہچانے گا، جب یہ علقہ ہوا مُضغہ ہوا، اور اس گوشت کے ٹھکڑے کی رحم مادر میں تصویر لی جائے اور کہا جائے، یہ تو ہے پہچانے گا اپنے آپ کو؟ دودھ پیتا ہوا بچہ تھا تصویر لے لی، اب آپ پہچان لیں گے اپنے آپ کو؟ میں ہوں، یہ میں ہوں حالانکہ آپ ہیں، ماں محبت سے کہتی ہے عام اردو میں "جب تم پیٹ میں تھے" — "تم" — یہ لفظ کو دیکھیے۔ خطاب کو دیکھیے — "تم" میں نے یہ کہا تھا، تو تم کہاں تھے، تو تم کہاں کہاں تھے، نطفے میں تھے، علقے میں تھے، مُضغے میں تھے، عظام میں تھے، لحم میں تھے، تم طفل تھے، تم شیر خوار تھے، تم رضیع تھے اور ضعیفی میں یہ تمام تفصیلات بتائی جائیں تو پہچان لو گے؟ یہ میرا بچپن ہے، یہ میری جوانی ہے، یہ میری صغر سنی ہے، میرے باپ نے کہا یہ میری تصویر ہے، کتنے زمانے گزار چکا تو اب ایک اور موسم آئے گا، موت کے بعد پہچان لو گے اپنے آپ کو؟ یعنی ماضی بھی غیب، مستقبل بھی غیب، مگر نفسِ انسانی تنہا وہ ہے، تیرا بچپن، تیری جوانی، تیری ضعیفی، تیری موت، تیرا حضور، تیرا حشر، تیرا نشر تیرا میزان، تیرے اعمال، تیرا قیامت میں آنا، ایک نفسِ انسانی ہے جس سے خطاب ہو رہا ہے۔ اب عادت کا کیا مقام ہے اس نفسِ انسانی میں، وہ جیسے جیسے پختہ تر ہوتا چلا تو اس یاد کو آگے لے کر بڑھتا چلا، کچھ بچپن کی یاد، کچھ جوانی کی یادیں، کچھ ضعیفی کی یادیں، رات کو سوتے وقت کچھ سوچ کر سو گئے، صبح کو اٹھ کر کہا ماں میں یہ سوچ رہا تھا، آنکھ کھلی میں یہ سوچ رہا تھا، اور اگر مرتے وقت یہ سوچ کے مر رہے ہو، میری زمین، میرا مکان، میرے بچے، میری جاگیر میری کھیتی

میری حج کی ہوئی دولتیں، اور جب صور پھنکے گا اور قبر سے اٹھایا جائے گا تو یہ کہتے ہوئے اٹھے، میری زمین، میرا مکان، میرا بینک بلینس، میرے رشتے دار۔ اس لیے کہ زندگی مسلسل ہے، جس کی یاد میں سویا اُس کی یاد میں جاگا۔ کیوں کہا جب صور پھنکے مجھ پر اور میری آل پر درود پڑھو۔ اے عادت ڈالو، یہی کہتے ہوئے جاؤ تاکہ جب اٹھو تو یہی کہتے ہوئے اٹھو۔ اگر عادت یہاں بگڑی ہوئی ہے تو پھر قبر سے کیا کہتے ہوئے اٹھو گے۔ یہی کہتا ہوا

یہی کہتا ہوا قبر سے اٹھے گا، ہائے ہم، اے ہم نے انبیاء کی تکذیب کی، اور اب آگیا عشر اور آواز آئی چلو، اب پیچھے ہٹنے کا موقع نہیں ہے آگے چلو، اب جو صفیں چلیں، کچھ لوگ اکیلے چلے، کچھ لوگ جماعتوں کے ساتھ چلے، کچھ لوگ لشکر پہ لشکر کے چلے، مگر قرآن کہتا ہے ہر جگہ یہی ہوا، دنیا میں جس کے پیچھے چلتے تھے وہ وہاں بھی اُسی کے پیچھے چلنے لگے، آگے چلنے والے نے پلٹ کر کہا، اے یہاں تو چھوڑو ساتھ، اُن کے پیچھے پیچھے عادت تھی نہ جانے کی، تو وہاں بھی پیچھے پیچھے چلے، اُس نے کہا، اے خدا لعنت کرے یہاں تو پیچھا چھوڑو تمہاری گواہی سے تو اور غضب ہوگا، یہ قرآن ہے۔ صور پھنکا، لوگ چلے، پڑھیں گے قرآن یہ قرآن ہے :

”إِذْ تَبَرَّأَ الَّذِينَ اتَّبَعُوا مِنَ الَّذِينَ اتَّبَعُوا وَ
رَأَوْا الْعَذَابَ وَتَقَطَّعَتْ بِهِمُ الْأَسْبَابُ“ (سورہ بقرہ آیت ۱۶۶)

جب پیروی کرنے والوں نے جن کی پیروی کرتے تھے، وہاں بھی اُن کی پیروی کی اور پیچھے پیچھے چلے، قائدین نے تبرّأ شروع کیا، إِذْ تَبَرَّأَ الَّذِينَ اتَّبَعُوا، جب انھوں نے تبرّأ شروع کیا، رہبروں نے تبرّأ کیا پیروی کرنے والوں سے، اے اب تو پیچھا چھوڑو، اب اُس کے سامنے جانا ہے، ایک تو میں اپنی ذمّے داری میں خود

ہی ابھرا ہوا ہوں، اب یہ بھی ذمے داری کہ ان سب کو تباہ کر کے آیا ہوں، کیا یہ بھی بتانا چاہتے ہو، عذاب کو دیکھا قیادت ختم ہو گئی، رہبری ختم ہو گئی، یہاں بڑی خوشی تھی اتنے ہزار میرے ساتھ ہیں، اکثریت میرے ساتھ ہے، میرے ہاتھوں کو اتنے بوسے دینے والے ہیں، اتنی تعداد حلقہ ارادت میں ہے، بڑا ناز تھا، اور وہاں جب سب کے سب پیچھے آئے تو ہاتھوں کو جوڑا خدا کے لیے کہیں اور جاؤ، کسی اور کے پیچھے جاؤ، لیکن جب انھوں نے ساتھ نہیں چھوڑا، پیچھا نہیں چھوڑا تو اِذْ تَبَرَّأَ الَّذِينَ اُنْهَوْا نَے گالیاں دیں، انھوں نے برا بھلا کہنا شروع کیا، پیروی کرنے والوں نے کہا: — پروردگار — !

"لَوْ اَنَّ لَنَا كَرَّةً فَنَتَبَرَّأَ مِنْهُمْ كَمَا تَبَرَّءُوْا مِنَّا"
(سُورَةُ بَقَرَةُ آيَت ۱۶)

"اگر ہم (دنیا میں) واپس جاسکتے تو ہم بھی دنیا میں جا کر ان پر اسی طرح تبرّأ کریں گے جس طرح انھوں نے ہم سے (یہاں)، بیزاری کا اظہار کیا۔" ہم ان کو وہ گالی دیں گے دنیا میں جا کر کہ جس طرح یہ ہم کو یہاں گالیاں دے رہے ہیں)

اب سب کٹ گیا، دنیا میں دو چیزیں ہیں یا سبب ہے یا نسب ہے۔ سرداری ختم، رہبری ختم، قیادت ختم، بزرگی ختم، اب تو دل چاہتا ہے میں لکھا رہوں تو اچھا ہے، کوئی یہ نہ کہے سرکار دنیا میں پیچھے پیچھے چلتا رہا، یہاں بھی حاضر ہوں، مُڑکے کہتے ہیں کہیں اور جاؤ، یہ محشر کا دن ہے یہاں سے جاؤ پیروی کرنے والوں نے کہا، ہم کو واپس بھیج دے پروردگار، ہم دنیا میں جا کر ان کو مڑا چکھاتیں گے، ان کو بھی ایسا ہی بدلہ دیں گے :

"كَذٰلِكَ يُرِيهِمُ اللّٰهُ اَعْمَالَهُمْ حَسَرَاتٍ عَلَيْهِمْ"

وَمَا هُمْ بِخَرَجِينَ مِنَ النَّارِ ۝ (سورہ بقرہ آیت ۱۶)
 ” اسی طرح سے اللہ ان کو بتلانے گا، اُن کے اعمال کی حسرتوں کو دکھائے گا یہ کیا تھا۔“ اور وہ لوگ آگ (یا دوزخ) سے نکلنے والے نہیں ہوں گے۔“
 تو یہ حال ہوا سبب کا، توجہ کیجیے اب ہم محشر میں پہنچ رہے ہیں، وقت کم ہے بہت طویل دن ہے محشر کا، اس لیے وقت کم ہے، سبب یوں گیا، اور آواز آئی..... فَادْأَنْفِخْ فِي الصُّورِ فَلَا أَنْسَابَ بَيْنَهُمْ“
 (سورہ مومن آیت ۱۰۱)

” اور جب صور پھونکا جائے گا تو اُس دن اُن کے درمیان کوئی نسب کام نہ آئے گا۔“ صور پھونکا اور نسب بھی گیا۔ نسب رشتے ٹوٹ گئے سبب بھی ختم ہوا نسب بھی ختم ہوا، اب نہ زوجیت ہے، نہ بُکُوت ہے، نہ اُبُوت ہے، نہ بیٹا نہ باپ اور نہ اخوت ہے۔ یعنی بھائی کا رشتہ بھی ٹوٹ گیا نہیں اب کچھ نہیں، نہ نسب ہے اور نہ سبب ہے، صور پھونکا، سبب گیا عذاب کو دیکھا نسب گیا، RELATIONSHIP ختم گئی، اب کس کی قیادت رہے گی، کس کا نسب رہے گا؟

مدینے میں جب لڑائیاں ختم ہوئیں اور آخری دور رسول کی زندگی کا آیا، اک دن تمام اصحاب کو دیکھ کر کہا، دل چاہتا ہے حسبِ مراتب ایک کو دوسرے کا بھائی بنا دوں۔ سب خوش ہو گئے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلایا، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ میں ہاتھ دے کر ایک کو دوسرے کا بھائی بنا دیا، حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلایا اور عبدالرحمن ابن عوف کو بلایا اور اس طرح دونوں کو بھائی بنا دیا، حضرت طلحہ اور حضرت زبیر کو بلایا دونوں کا ہاتھ ملا دیا اور کہا یہ دونوں بھائی، حضرت مقداد کو بلایا اور حضرت عمار یا سر کو بلایا دونوں کے

ہاتھ کو ملا کر کہا، یہ دونوں بھائی، یہاں تک کہ مسجد کی آخری صفوں تک اٹھتے بیٹھے ایک کا ہاتھ دوسرے کا ہاتھ ملاتے گئے، اور سب کو سب کا بھائی بنا دیا پیغمبرِ صلوات اللہ علیہ وسلم کو دیکھ رہے تھے، جب سب بھائی بن چکے تو چپ ہو گئے، اب جو دیکھا تو مسجد میں عسلی اکیلے رہ گئے۔ اب اس واقعے کو احمد بن حنبل نے لکھا، اس کو سنن ابن ابی داؤد نے لکھا، اس کو ترمذی نے لکھا، اس واقعے کو ابن ابی شیبہ نے لکھا، ابویں نے لکھا ہے۔ پیغمبر اٹھ کر عسلی کے قریب گئے اور ہاتھ میں ہاتھ لیکر کہا،

”أَنْتَ أَخِي فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ“

یا علی! ” تو میرا بھائی ہے دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی “

سب کو سب کا بھائی بنایا مگر سبھوں سے یہ نہیں کہا، یہ نہیں کہا یہ دنیا اور آخرت کی برادری ہے۔ صُور پُھنکا، سبب بھی گیا، نسب بھی گیا، اور دُو بھائی چلے ——— “ اب آپ جاہیں گے اس کے لیے آیتیں بھی ہوں، آیتیں بھی حاضر ہیں، یہ تو حدیث تھی جس کو اکتالیس علماء نے لکھا، مجھ کو صرف یہ آیت پڑھنا ہے کہ محشر میں رسول کیسے آئیں گے، رسول چلے، صُور پُھنکا، قبروں سے لوگ اُٹھ، آوازا آئی چلو ——— ادھر آؤ ——— مگر جماعت بنا کر آؤ ———

"وَإِذَا النُّفُوسُ زُوِّجَتْ" (سورہ تکویر آیت)

”اور جب نفسوں کے جوڑے (نیک نیک کے ساتھ اور بُد بُد کے ساتھ)

ملا دیے جائیں گے۔“ جو جس کا ہم خیال ہے وہ اُس کے ساتھ ہے۔“

جماعت بن کر آؤ۔ Groups میں آؤ تاکہ حساب میں آسانی ہو۔ گروپ بندی آپ پوچھیں گے یہ کہاں سے آئے، اب گھر میں جا کر سو رہے واقعہ ٹپھنا، اصحابِ مِیْمَنہ ایک طرف، اصحابِ مَشْمُومہ ایک طرف اور مُقَرَّبُون ایک طرف اور ایسے

میں ظالم کی نظر پڑی — اُت — یہ ہے روزِ عدل —
 ”وَيَوْمَ يَعَضُّ الظَّالِمُ عَلَى يَدَيْهِ“ (سورہ فرقان آیت ۲۵)
 اور اُس دن ظالم اپنے ہاتھ کو کاٹ کاٹ کھائے گا۔ اور کہے گا۔۔۔
 ”يَقُولُ لِيَلَيْسَنِي اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُولِ سَبِيلًا“ (فرقان آیت ۲۶)
 (اور) کہے گا، — ہائے افسوس کاش! میں رسول کے بتائے ہوئے

راستے پر چلتا۔۔۔۔۔
 ”يُونَيْسُ لَيْسَنِي لِمَا اتَّخَذْتُ فُلًا نَاحِلِيًّا“ (سورہ فرقان آیت ۲۷)
 ”ہائے افسوس، کاش! میں فُلل کو دوست نہ بناتا۔“
 میرے مالک! کیا تو بھی تقيہ کرتا ہے۔ ظالم کہے گا کاش میں فلاں کو اپنا
 دوست نہ بناتا، ”فُلان“ یہ ایک خالی جگہ ہے، BLANK جگہ ہے
 خالی جگہ میں نام بھر دیجیے، جس نے رسولؐ کے خلاف کسی کو دوست بنایا،
 رسولؐ نے ایک راستہ بتایا تھا، اس میں دوستی کی کیا بات ہے، وہ کہتا ہے کاش
 رسولؐ کے بتائے ہوئے راستے پر چلتا، میں فلاں کو دوست نہ بناتا۔ تو رسولؐ
 کس کو دوست بنا رہے تھے، رسولؐ کس کی دوستی چاہتے تھے:

”قَالَ الرَّسُولُ يُرَبِّ إِنَّا قَوْمِي اتَّخَذُوا هَذَا
 الْقُرْآنَ مَهْجُورًا“ (سورہ فرقان آیت ۳)

”رسولؐ کہے گا، اے میرے پروردگار! میری قوم قرآن سے دور ہو چکی تھی۔“
 اللہ کے رسولؐ ایسے ایسے تو قرآن پڑھنے والے ہیں۔ قرآن حفظ کرنے والے اور آپؐ
 فرما رہے ہیں، میری قوم قرآن سے دور ہو چکی تھی، مطلب یہ ہے کہ قرآن یاد تھا
 لیکن کیا میں نے قرآن کو تنہا چھوڑا تھا، نہیں، میں نے دواہم چیزوں کو متحرک
 کر کے چھوڑا تھا، ایک کو لیا ایک کو چھوڑ دیا، میرے نزدیک ایسا ہی ہے جیسے

قرآن کو چھوڑ دیا۔ پروردگار! میری قوم قرآن سے دور ہو چکی تھی۔

آج کی بحث لبس اتنی، رسولؐ محشر میں آئے، رسولؐ کو اختیار ہے گفتگو کا، بات چیت کرنے کا اختیار ہے رسولؐ کو، رسولؐ کو اختیار ہے اس وقت جس کی چاہیں شکایت کر دیں، یہاں تو رسولؐ پوری قوم کی شکایت کر رہے ہیں اللہ رحم کرے، اللہ ہم کو بچائے، اللہ ہر مسلمان کو بچائے، کچھ اشارے، جنس کی طرف رسولؐ اشارہ کر رہے ہیں کہ میری قوم قرآن سے دور ہو گئی تھی۔ یا رسول اللہ یہ قوم تو قرآن کو پارہ پارہ کر کے جنگ کے روزنیروں پر بلند کرتی ہے، یہ قوم قرآن سے دور ہو گئی تھی، شام کے دربار میں قتلِ حسینؑ پر استخارہ کیا گیا، قرآن سے فال نکالی گئی کہ حسینؑ کو قتل کیا جائے کہ نہیں، آیت نکلی:

”وَسَيَعْلَمُ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَيَّ مُنْقَلَبٍ يَنْقَلِبُونَ“

(سورہ شعراء آیت ۲۲۷)

”اور جن لوگوں نے ظلم کیا ہے انھیں عنقریب ہی معلوم ہو جائے گا کہ

وہ کس جگہ لوٹائے جائیں گے۔“

حکم دیا حاکم وقت نے کہ قرآن پر تیر برس ادو۔ ظاہر ہے رسولؐ کو حق ہے یہ کہنے کا کہ میری قوم قرآن سے دور ہو گئی تھی، تیر برس ادیے قرآن پر قرآن پر تیر وہی برسائے گا جو قرآن کے ثقلِ اکبر پر بھی تیر بار ادا کر دے۔ زینبؑ کے دلال میدان میں آئے، تو دشمن برس کے سن ہیں جعفر طیار کے پوتے ہیں، عبد اللہ ابن جعفر کے بیٹے ہیں، عبد اللہ ابن جعفر صفین کی لڑائی میں عسلی کے لشکر کے علم بردار تھے، عبد اللہ ابن جعفر کی شجاعت کا یہ عالم ہے کہ جب صفین میں حملہ کیا ہے تو امیر المومنینؑ نے تولیع کی تھی کہ ہاں جعفر طیار کا بیٹا لڑ رہا ہے۔ عبد اللہ ابن جعفر طیار حضرت زینبؑ

شوہر ہیں، عبداللہ ابن جعفر طیار کے چار بیٹے ہیں، جب حنین ابن علی مدنیہ چھوڑ رہے تھے عبداللہ بیمار تھے، مکے تک آئے اور جب حنین جانے لگے تو زینب سے کہا ذرا بچوں کی پوشاک تو بدل دو۔ بچوں کی پوشاک بدل دی گئی، بچوں کو لے کر امام کی خدمت میں آئے، بچوں کو صدقے کیا امام پر اور کہا: فاطمہ کے جانی! میں نہیں ہوں گا مگر میرے بچے نیابت کرینگے عوں و محمد ہیں یہ دونوں۔ تفصیل کہیں اور۔

کربلا کی لڑائی جب ختم ہوئی، اور زینب لٹ کر جب مدینہ واپس آئیں، عبداللہ ابن جعفر روز آتے عابد بیمار کے پاس سلام کے لیے، خاموش بیٹھ جاتے، امام روتے تو وہ بھی روتے اور شام کو گھر چلے جاتے، اک دن دیر تک بیٹھ گئے، امام نے فرمایا: کچھ کہنا ہے آپ کو؟ اتنا کہنا ہے کہ اپنی چھوٹی اماں سے کہیے وہ بھی تو آپ کا گھر ہے۔ سیدہ اساجدین گھر میں گئے اور چھوٹی کہا: چھوٹی اماں! آج عبداللہ ابن جعفر طیار بہت ادا اس تھے، بکیدہ خاطر تھے بہت غمگین تھے کہتے تھے کیا شہزادی گھر نہ آئیں گی؟ شہزادی نے رو کر کہا: بیٹا! بپ گھر آجڑ گیا اور سبائی نہیں رہا، اب کس کا گھر، کیسا گھر؟ فرمایا: چھوٹی اماں! میری بات مان لیں آج جائیں، تھوڑی دیر کے لیے حباتیں سواری آئی، شہزادی زینب اپنے گھر گئیں، وہی گھر جس میں کبھی بچے کھلتے تھے وہی گھر جو کبھی آباد تھا، گھر خالی تھا ایک جگہ خاموش بیٹھ گئیں، عبداللہ گھر میں آئے اور بہت غور سے دیکھا، دیکھ کر کہا: شہزادی! اب تو صورت بھی پہچانی نہیں جاتی۔ رو کر کہا: عبداللہ! جس کا بھرا گھر آجڑ گیا اُس کو کیا پہچانوں گے۔ مجھے کیوں بلایا ہے عبداللہ! کہا: شہزادی مجھے کچھ پوچھنا ہے: فرمایا: عوں و محمد کے متعلق عبداللہ نے منہ پر طمانچہ مارے (استغفار کیا) کہا نہیں شہزادی یہ تو غلام تھے،

اُن کا ذکر نہیں ہے، فرمایا: پھر کیا پوچھنا ہے۔ ”شہزادی کو خیال آیا شاید یہ لڑکیوں
 گے، کیوں زینب! تم شام کے دربار میں گئی تھیں“ شہزادی نے فرمایا: پوچھو۔
 عبداللہ نے کہا: میں صفیں کی جنگ میں تھا، میں اپنے چچا کے ساتھ نہروان
 کی جنگ میں تھا، میں نے عسلی کو لڑتے ہوئے دیکھا ہے مگر شہزادی
 حسین سے بڑھ کر شجاع کوئی نہیں تھا، شہزادی صرف اتنا بتاؤ میرا بھائی
 کربلا میں لڑا کیسے۔۔۔۔۔“

روکر شہزادی نے فرمایا: عبداللہ! —

علی اکبر مرچکے تھے، عباس مرچکے تھے، قاسم مرچکے تھے —
 حسین لڑتے جاتے تھے اور کہتے جاتے تھے —
 ”جس کا جوان بیٹا مر گیا اُس کی لڑائی دیکھو —
 ”جس کا بیٹیس برس کا بھائی مر گیا اُس کی لڑائی دیکھو —
 ”عبداللہ! میں خیمے کا پردہ اٹھاتے ہوئے بھائی کی لڑائی دیکھ
 رہی تھی —“



مجلت پنجم

”قیامت اور قرآن“

- ۱۔ سو سے زیادہ نام قیامت کے قرآن میں موجود ہیں۔
- ۲۔ قیامت میں اللہ اپنے نبی سے کیے ہوئے تمام وعدے پورے کرے گا۔
- ۳۔ قیامت کے دن پیغمبر اکرمؐ مقام محمود پر فائز ہوں گے۔
- ۴۔ جو انسان جس سے محبت رکھتا ہے وہ قیامت میں اسی کے ساتھ ہوگا۔
- ۵۔ قیامت میں حسینؑ کا محبوب حسینؑ کے ساتھ اور یزیدؑ کا محبوب یزیدؑ کے ساتھ آئے گا۔
- ۶۔ قیامت میں صاحبانِ ایمان کی ذریت کو ان سے ملحق کر دیا جائے گا۔
- ۷۔ قیامت میں حضرت فاطمہؑ زہراؑ شفاعت کیلئے حضرت عباسؑ کے بازو پیش فرمائیں گی۔

نشر پارک - کراچی

۱۹۶۸ء

۵ محرم

مجلس پنجم

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
لَا أُقْسِمُ بِيَوْمِ الْقِيَمَةِ ۚ وَلَا أُقْسِمُ بِالنَّفْسِ اللَّوَّامَةِ ۝
(سورہ قیامت آیت ۱-۲)

”قیامت اور قرآن“ کے عنوان سے یہ پانچویں تقریر آپ حضرات سماعت فرما رہے ہیں۔ کل گفتگو یہ تھی کہ قیامت کا دن وہ دن ہے جس دن ظالم اپنے ہاتھوں کو کاٹے گا، اپنے دانتوں سے چبائے گا،

”وَيَوْمَ يَعَضُّ الظَّالِمُ عَلَى يَدَيْهِ“ (سورہ قیامت آیت ۲۷)

”اور اُس دن ظالم اپنے ہاتھوں کو کاٹ کاٹ کھائے گا“

”يَقُولُ يَلَيْتَنِي اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُولِ سَبِيلًا“ (سورہ قیامت آیت ۲۸)

”کہے گا لمائے افسوس! کاش میں رسول کے بتائے ہوئے راستے پر چلتا“

”يُؤْيَلَتِي لَيْتَنِي لَمْ أَتَّخِذْ فُلًا نَاحِلِيًا“ (سورہ قیامت آیت ۲۹)

”لمائے افسوس! کاش میں فلاں کو اپنا، دوست نہ بناتا“

ہم گفتگو کا آغاز یہیں سے کر رہے ہیں، پہلی بات یاد رکھنے کے قابل

ہے۔ ایک دو نہیں بلکہ قرآن میں ستر سے زیادہ نام ہیں قیامت کے، اور قرآن

میں قیامت پر گفتگو دو ٹکٹ سے زیادہ ہے، اسی روز قیامت کو یومِ دین

کہا، یومِ حساب کہا، یومِ عسیر کہا (ع، س، ی، ر) یومِ عصیب کہا،

(ع، ص، ی، ب) اسی قیامت کے دن کو ثغابُن کہا، اسی قیامت کے

دن کو یومِ المعلوم کہا، یومِ موعود کہا، یومِ مشہود کہا، اسی قیامت کے دن کو

یومِ حج کہا، یومِ فصل کہا اور ارشاد ہوا:

”يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ أَخِيهِ ۖ وَأُمِّهِ ۖ وَابْنِهِ ۖ وَصَاحِبَتِهِ وَبَنِيهِ ۖ“ (سورہ عبس آیت ۳۲ تا ۳۶)
 ”وہ دن جب کہ بھائی بھائی سے بھاگے گا، وہ دن جب کہ بیٹا
 ماں سے اور باپ سے بھاگے گا، وہ دن جب مرد اپنی بیوی
 سے اور اولاد سے کنارہ کرے گا۔“

اسی قیامت کے لیے کہا: -

يَوْمَ التَّلَاقِ (سورہ مومن آیت ۱۵)
 ”وہ ملاقات کا دن ہوگا۔“ ”ت۔ ل۔ الف۔ ق“ یعنی
 ملاقات کا دن، قیامت کا دن، جہاں ملاقات ہوگی، — !
 اور اسی دن کے لیے یہی ارشاد ہوا: -
 ”يَوْمَ لَا يَنْفَعُ مَالٌ وَلَا بَنُونَ ۖ“ (سورہ شعراء آیت ۲۶)
 ”وہ دن قیامت کا دن جس دن نہ مال فائدہ دے گا اور نہ
 اولاد ہی فائدہ دے گی۔“

اور اسی دن کے لیے کہا تھا: -

”يَوْمَ لَا تَجُزِي نَفْسٌ عَنْ نَفْسٍ شَيْئًا“ (سورہ بقرہ آیت ۲۸)
 ”وہ دن ہوگا جب ایک نفس کو دوسرے نفس سے کوئی کام نہیں رہے گا۔“
 اور اسی دن کے لیے کہا تھا: -

”یہ وہ دن ہوگا جب دوست، دوست سے بچھڑ جائے گا، دوست
 دوست سے دور ہونے کی کوشش کرے گا۔“

اور اسی دن کے لیے کہا تھا :-

"يَوْمَ يَعِضُّ النَّظَّالُ عَلَى يَدَيْهِ" (سورہ فرقان آیت ۲۵)

"یہی وہ دن ہوگا جب ظالم اپنے ہاتھوں کو (دانتوں سے) کاٹے گا۔"

اور اپنے دانتوں سے چبائے گا اپنے ہاتھوں کو اور یہ کہے گا، کاش میں رسول کے بتائے ہوئے راستے پر چلتا، یہی وہ دن ہے جس کے اتنے نام دے کر کہا تھا:

"لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ" (سورہ مومن آیت ۱۶)

"آج کے دن کس کی بادشاہت ہے" آج کس کا دن ہے۔

اور جواب آئے گا —

"لِلَّهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ" (سورہ مومن آیت ۱۶)

آج کا دن واحدِ قہار کا دن ہے —

یہ وہ دن ہے جس کے اتنے نام بے قرآن نے کہ حیرت ہوتی ہے، اتنی شدت

کے ساتھ ایک دن کو سمجھانے کے لیے یہ کیا طریقہ تھا کہ سُنّو ام سے زیادہ قیامت

کے نام رکھے گئے، تاکہ سمجھو اس طرح سے سمجھو، دن کو سمجھو، غیب کو سمجھو، حضور

کو سمجھو، یوم الجمع کو سمجھو، یوم الفضل کو سمجھو، تاکہ معلوم ہو حقیقتیں یہ تھیں،

کیا ہے اور کس شان کا دن ہے، سورہ انبیاء کی آیات میں پڑھ چکا ہوں، پھر

سُنّیے: "إِنَّ الَّذِينَ سَبَقَتْ لَهُمْ مِنَّا الْحُسْنَىٰ أُولَٰئِكَ

عَنْهَا مُبْعَدُونَ" (سورہ انبیاء آیت ۱۰۱)

"جن کو ہماری طرف سے بڑھ کے نیکیاں گھیر لیتی ہیں، یہ دقات کے دن جہنم

کے شور سے دور رکھے جائیں گے۔"

ان کے کانوں میں ذرہ برابر بھی قیامت کی آواز نہیں جائے گی، اُن کا نفس جو کچھ

چاہے گا وہ انہیں میسر ہوگا، یہ قیامت کا دن اُن کو محض دن نہ کرے گا، اور ملائکہ

اُن سے ملاقات کریں گے اور انھیں سلام کریں گے۔
 " هَذَا يَوْمُكُمْ الَّذِي كُنْتُمْ تُوعَدُونَ " (سورہ انبیاء ۲۱)
 " اور ملائکہ کہیں گے، " یہ دن تو آپ کا دن ہے جس کا آپ سے وعدہ کیا گیا تھا۔ "
 قیامت کے دن کی اتنی تعریف کرنے کے بعد یہ ارشاد ہوا کہ " یہ دن تمہارا ہے
 اسی کا وعدہ ہے۔ " یہ دن تمہارا ہے، یوم العدل ہے، یوم الحساب ہے،
 یوم الدین ہے، سب کچھ سہی مگر یہ تمہارا دن ہے۔ ہر چیز میں نے پوچھا ہے کہ یہ
 دن کس کا ہے اور جواب ملا ہے۔ لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ لیکن یہ تمہارا
 دن ہے۔ اسی کا وعدہ تھا اور کون سادن — ؟

" يَوْمَ نَطْوِي السَّمَاءَ كَطَيِّ السِّجِلِّ لِلْكُتُبِ كَمَا
 بَدَأْنَا أَوَّلَ خَلْقٍ نُعِيدُهُ وَعَدًا عَلَيْنَا إِنَّا
 كُنَّا فَاعِلِينَ " وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُورِ مِنْ بَعْدِ
 الذِّكْرِ أَنَّ الْأَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصَّالِحُونَ " (سورہ انبیاء آیت ۱۰۵-۱۰۷)

" یہ وہ دن ہوگا جب آسمانوں کو اس طرح سے لپیٹ دیں گے جیسے
 کاغذ کے طوماروں کو لپیٹ دیا جاتا ہے، جیسے ہم نے اول خلق کی ابتداء
 کی تھی اُس کو اُسی طرح سے لوٹا دیں گے، یہ وعدہ ہمارا ہے، ہم ایسا ہی
 کرنے والے ہیں، اور ہم نے زبور میں ذکر کے بعد لکھ دیا ہے کہ ہماری زمین کے
 وارث ہمارے صالح بندے ہوں گے۔ " — کیوں — ۶ — اس لیے کہ —
 " إِنَّ فِي هَذَا بَلَاغًا لِقَوْمٍ عَابِدِينَ " وَمَا أَرْسَلْنَاكَ
 إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ " (سورہ انبیاء آیت ۱۰۷-۱۰۸)
 " بیشک اس میں ایک پیغام ہے عبادت کرنے والی قوم کے لیے، اور

ہم نے نہیں بھیجا آپ کو مگر یہ کہ رحمت للعالمین بنا کر “
یہ ذکرِ محشر ہے، نہیں بھیجا آپ کو مگر عالمین کے لیے رحمت بنا کر، عالم دنیا
ہو تو رحمت، عالم آخرت ہو تو رحمت، عالم ظہور ہو تو رحمت، عالم باطن ہو تو رحمت
عالم اعلان ہو تو رحمت، عالم ناسوت ہو تو رحمت، عالم جبروت ہو تو رحمت،
عالم مُلک ہو تو رحمت، عالم ملکوت ہو تو رحمت، عالم ارواح و عقول ہو تو
رحمت، سارے عالم کے لیے تجھ کو رحمت بنا کر بھیجا ہے! وہ آئیں گے محشر میں۔

اب ایک اور صفت اور سورۃ تحریم میں ارشاد ہوا:
”يَوْمَ لَا يُخْزِي اللَّهُ النَّبِيَّ وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ
نُورُهُمْ يَسْعَىٰ بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَبِأَيْمَانِهِمْ يَقُولُونَ
رَبَّنَا آتِنَا نُورَنَا وَافْعِرْ لَنَا إِنَّكَ عَلَىٰ كُلِّ
شَيْءٍ قَدِيرٌ“ (سورۃ تحریم آیت ۷)

”یہ وہ دن ہوگا جب اللہ اپنے نبی کو رسوا نہ ہونے دے گا۔“ رسوائی
کس بات کی ہوتی ہے؟ مطلب یہ کہ جس جس سے وعدہ کیا ہے وہ وعدہ پورا
ہوگا، کوثر پرے جانے کا وعدہ کیا ہے، وہ وعدہ بھی پورا ہوگا، جنت میں لے جانے
کا وعدہ کیا ہے، وہ وعدہ بھی پورا ہوگا، جو بھی وعدہ کیا ہے وہاں پورا ہوگا، کسی کو
لوائے الحمد دینے کا وعدہ ہے وہ بھی وفا ہوگا۔ اور صاحبانِ ایمان نبی کے اطراف
ہوں گے، اب معیت شروع ہوئی، وہ دن جہاں بُلویت نہیں، اُبُویت نہیں،
اُخُویت نہیں، رُوچیت نہیں، وہاں صاحبانِ ایمان ساتھ ہوں گے، کس شان
کے ساتھ ہوں گے، اُن کا نور کبھی داہنی جانب چلے گا، کبھی سامنے دوڑے گا، وہ
کہتے جائیں گے پروردگار ہمارے نور کو اور کامل کر دے۔ (یہاں دیکھنے کی جگہ
ہیں نبی کو نور نہ کہو) قیامت کے دن ہر مومن کا ایک نور ہے، اور ایسے موقع پر

نبی کی سواری محشر میں چلی :-

بخاری شریف کی تیسری جلد میں محمد ابن اسماعیل بخاری تفسیر قرآن

کرتے ہوئے بتلاتے ہیں رسولؐ کہتے ہیں سب سے پہلے محشر میں میری سواری
آئے گی، سب سے پہلے میں آؤں گا، اب محشر کی مرکزیت دیکھیے اور رسولؐ
کس شان سے آئیں گے :-

”وَالصُّحُفُ ۚ وَاللَّيْلُ إِذَا سَجَى ۚ مَا وَدَّ عَاكَ
رَبُّكَ وَمَا قُلَىٰ ۚ وَلِلْآخِرَةِ خَيْرٌ لَّكَ
مِنَ الْأُولَىٰ ۚ (سورہ صُحُفِ آیت ۴ تا ۷)

”صبح کی قسم، رات کی قسم، جب وہ خاموشی اختیار کر لے کہ تیرے رب
(پروردگار) نے تجھے کبھی اکیلا نہیں چھوڑا، اور نہ ناراض ہوا اور تیری
آخرت تو دنیا سے بہتر ہوگی“

اس آخرت میں نبیؐ آیا، اسماعیل بخاری فرماتے ہیں، نبیؐ سب سے پہلے آئیں
گے، اور ایک بلند مقام پر بیٹھیں گے۔

”عَسَىٰ أَنْ يَبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُودًا ۚ
(سورہ رُحٰیٰ آیت ۲۷)

”قرب ہے کہ (قیامت کے دن) تیرا رب تجھ کو مقام محمود عطا کرے۔“

مقام محمود پر تشریف فرما ہیں پیغمبرؐ اور بخاری کہتے ہیں وہاں سے نظر
پڑے گی محشر کے میدان پر، اب یہ سورہ مائدہ کی تفسیر سہری ہے، وہاں سے
پیغمبرؐ دیکھیں گے کہ امت کے کچھ لوگ جہنم کی طرف جا رہے ہیں، بائیں طرف جا رہے
ہیں، پیغمبرؐ ان کو پہچان جائیں گے اور کہیں گے، پروردگار! یہ تو دنیا میں میرے
ساتھی تھے، یہ میرے اصحاب ہیں۔ ملائکہ کہیں گے: اللہ کے رسولؐ!

آپ کو علم ہے، آپ کے بعد کیا ہوا؟ رسول کہیں گے تو غفار ہے تو بخشنے والا ہے جو چاہے کرے، تفصیل بعد میں۔

پیغمبرؐ مقام محمود پر ہیں، وہاں سے نظر پڑے گی انبیاء پر، اولیاء پر حضرت ابراہیمؑ پر، حضرت موسیٰؑ پر، حضرت عیسیٰؑ پر، ہر ایک اولوالعزم پر اُس وقت آواز آئے گی :-

”فَكَيْفَ إِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ بِشَهِيدٍ وَجِئْنَا بِكَ عَلَى هَؤُلَاءِ شَهِيدًا“ (سورہ نسا آیت ۴)

”وہ دن کیسا ہوگا جب ہر امت میں سے ہم ایک گواہ کو لائیں گے اور اے حبیبؐ ہم آپ کو ان گواہوں پر گواہ بنا کر لائیں گے

پیغمبرؐ مقام محمود پر فائز ہوں گے، اور یہ مقام محمود کوثر کے قریب ہے پیغمبرؐ کے ساتھ صاحبانِ ایمان ہیں اور نبیؐ کو ابھی کسی کا انتظار ہے، اور وہ انتظار والی بات آپ سب کو یاد ہے۔۔۔ آپ سب لوگوں کو یاد ہے:

”إِنِّي تَارِكٌ فِيكُمْ الثَّقَلَيْنِ كِتَابَ اللَّهِ وَ عِثْرَتِي أَهْلَ بَيْتِي مَا إِن تَمَسَّكَتْ بِهِمَا لَنْ تَضِلُّوا مِنْ بَعْدِي وَإِنَّهُمَا لَنْ يَفْتَرِقَا حَتَّى يَرِدَا عَلَيَّ الْخَوْضَ —————“

”قرآن اور عترت“ یہ دونوں آپس میں جدا نہیں ہوں گے، یہاں تک یہ دونوں میرے پاس حوضِ کوثر تک پہنچ جائیں گے کتاب بھی اور میری عترت بھی، کسی اور کا نام نہیں لیا، عترت بھی ہے، کتاب بھی ہے صاحبانِ ایمان بھی ہیں۔ اور ایسے موقع پر قرآن تفصیلِ محشر بیان کر رہا ہے اور آواز آرہی ہے :

”وَلَسَوْفَ نُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضَىٰ“ (سورہ ضحیٰ آیت ۲۷)

”(اور عنقریب آپ کا پروردگار آپ کو (اس قدر) عطا فرمائے گا کہ

آپ خوش و راضی ہو جائیں گے۔“ یعنی :-

”ہم اتنا عطا کریں گے، اتنا عطا کریں گے تبھی کہ تو راضی ہو جائے“

یہ قرآن ہے، ایک لفظ نہیں ہے ایسا کہ جس پر آپ اعتراض کریں، محشر کیا ہے؟ مرکز بیتِ رسولؐ کا مقام ہے، کیا ہے محشر؟ حضور سرکارِ دو عالم پر گفتگو ہے کیا ہے محشر؟ رحمتُ اللعالمین کی رحمتوں کا ظہور، کیا ہے محشر؟ عَلٰی هٰذَا شَهِيدًا کی تفسیر، اگر یہ حق ہے، اگر یہ درست ہے عترت بھی ہے، اخوت بھی ہے، نفسِ رسولؐ بھی ہے، ایسے موقع پر یہ جو بار بار کہا جاتا ہے نہ کہ ان کی بخشائش نہیں ہوگی، یہ ان بدعتوں کے بعد بھلا بخشائش چاہتے ہیں، تو ہم کو دیکھنا یہی ہے کہ رسولؐ کا فرمان کیا ہے؟ محمدؐ ابن اسماعیل بخاری تحریر فرماتے ہیں کہ ”مسجد میں حضور ختمی مرتبت تشریف فرماتے اور قیامت کا تذکرہ تھا، ایک صحابی نے کہا اللہ کے رسولؐ! آپ ”مقامِ محمود“ پر رہیں گے؟ فرمایا: ہاں —“ صحابی نے پوچھا: میں کہاں رہوں گا؟ پیغمبرؐ نے فرمایا: جس سے محبت ہوگی وہیں رہے گا۔“ (صحیح بخاری نمبر ۱۰۷۱) تو جس کو دوست رکھتا ہوگا اُسی سے متصل رہے گا۔ اب جس کو جس جس سے دوستی ہے وہ دوستی چھینک لے۔ ایسے موقع پر اپنے آپ کو دیکھو، جائزہ لو دیکھو محشر برحق ہے، حساب بھی ہے، عذاب بھی ہے، بے جا امیدیں بندھوانا نہیں ہے، جب رسولؐ نے کہہ دیا کہ جن کی دوستی ہوگی وہ ان کے ساتھ ہوگا، اب یہ سوچو اپنا اپنا مقام کیا ہوگا، اب ہم کو سانس لینے دیکھئے ہم تو حسین کے ساتھ ہوں گے۔

” وَالَّذِينَ آمَنُوا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ
بِإِيمَانٍ الْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ ” (سورة طه آیت ۲۱)

”حَسْبُنَا اللَّهُ وَنَايُوسُفُ بْنُ الْحُسَيْنِ“ حَسْبُنَا مُحَمَّدٌ سَيِّدُنَا

<http://fb.com/ranajabirabbas>

یہاں تک کہ یہ کوثر کے پاس رسولؐ کی خدمت میں پہنچے، اور اب محصوم ارشاد فرماتے ہیں: ایک مرتبہ رسولؐ مڑکے پوچھیں گے، زہرا کہاں ہیں؟ یہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام تفصیلِ محشر دے رہے ہیں، رسولؐ پوچھ رہے ہیں زہرا کہاں ہیں؟ عرض کیا جائے گا کہ وہ آ رہی ہیں، وہ آگئیں۔ پیغمبرِ تعظیم کے لیے کھڑے ہو گئے، نورِ الہی نے نورِ الہی کی تعظیم کی، نزدیک جاتیں گے پردہٴ محل کو اٹھائیں گے، فرمائیں گے: زہرا! آج یومِ حساب ہے، زہرا! آج یومِ عدل ہے، زہرا! آج میزان میں اعمالِ نئے ولے ہیں، زہرا! تمہارا اہتمام کیا ہے؟ بڑے ادب سے کہیں گی، بابا! :-

”كَفَانَا لِلشَّفَاعَةِ يَدُكَ اِنْ مَقْطُوعَاتٍ وَلَدَى الْعَبَّاسِ“

یہ حدیث کے جملے ہیں شیخ صدوقؒ نے ”امالی“ میں لکھے ہیں، ”بابا! ہمارے لیے کافی ہیں میرے بیٹے عباسؑ کے دو کٹے ہوئے ہاتھ (بازو)۔“

یہ مقامِ شفاعت ہے، مقامِ شفاعت پر گفتگو ہوگی۔

آج تقریرِ اسی منزل پر ختم ہو رہی ہے، — !!





jabir.abbas@yahoo.com

مجلس ششم

”قیامت اور قرآن“

دنیا میں کسی نے یہ دعویٰ نہیں کیا کہ ہم قیامت میں کس طرح آئیں گے
 قیامت میں زمین اپنے رب کے نور سے منور ہو جائے گی۔
 قیامت میں صاحبانِ ایمان کا نور کبھی دانتیں جانب اور کبھی
 بائیں جانب اور کبھی سامنے دوڑے گا۔

منافقوں کا مولا جہنم ہے، ایک مولا سے بھاگے
 دوسرے مولا نے عذاب دیا۔

قیامت کے دن سب سے پہلے حضرت علی علیہ السلام
 فریادی ہوں گے۔

شہادت حضرت علی اکبر علیہ السلام

نشر پارک - کراچی

۴ محرم ۱۹۶۸ء

مجلس ششم

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
لَا أُقْسِمُ بِيَوْمِ الْقِيَامَةِ ۖ وَلَا أُقْسِمُ بِالنَّفْسِ اللَّوَّامَةِ ۖ
(سورہ قیامت آیت ۱-۲)

”قیامت اور قرآن“ کے عنوان سے چھٹی تقریر آپ سماعت فرمائی ہیں۔ اس عنوان پر سارے مسائل کو سمیٹنا یقیناً ناممکن ہے، اس لیے میری درخواست ہوگی کہ آپ میں سے خطیب، لکھنے والے، سوچنے والے، کتابوں کو پڑھنے والے، مطالعہ کرنے والے اس موضوع کو پیش نظر رکھیں، لیکن ایک بات یاد رہے کہ کتابوں کے مطالعے سے قیامت کا حال نہیں کھلے گا، کئی وجوہات کی بنا پر اس عنوان پر کتابیں نہیں لکھی گئیں، اور اگر کوئی کتاب آئی بھی تو آثارِ قیامت کے عنوان سے آئی، بس یہ کہ قیامت کے آثار کیا ہیں، تفصیل محشر جو قرآن میں ہے اُس پر صراحت سے گفتگو نہیں ہوئی ہے۔ قرآن کی تلاوت کرتے ہوئے شروع سے آخر تک میں کسی حصے کو معین نہیں کر رہا ہوں قرآن کے رُکتے جائے ترجمے پر کہ قیامت کے متعلق یہ آیت کیا کہتی ہے قیامت کے متعلق اس آیت میں کیا تذکرہ ہے۔ آپ کو تعجب ہوگا اس سے آپ کے علم میں اضافہ ہوگا آپ نے مجلسوں کے علاوہ اور بھی محافل میں شرکت کی ہے، اور بھی مذہبی تقریروں میں جاتے ہیں، آپ کو یاد پڑتا ہے کہ کہیں قیامت پر گفتگو ہوئی ہے نہیں، قیامت پر عام طور سے گفتگو نہیں کی جاتی، نہیں کسی بزرگ نے بھی قیامت کے تعلق سے اپنے رشتے کو قائم نہیں رکھا، اسلام کی پوری تاریخ گواہ ہے

یاد ہو تو آپ بتلائیں کہ کسی محدث نے کسی فقیہ، کسی ممتاز صحابی نے کسی بزرگ نے کچھ قیامت سے اپنے رشتے کو بتلایا ہو کہ جب قیامت ہوگی تو میں یوں آؤں گا، خدا کے لیے آپ سوچیے، اگر آپ کا دماغ نہ کام کرے تو دوستوں سے پوچھیے کسی نے یہ دعویٰ کیا، دُنیوی اعتبار سے بڑے بڑے دعوے ہو گئے، یہ امام القسٹ ہے، امام المنطق ہے، یہ امام الفقه ہے، یہ امام الحکمت ہے، یہ معلمِ اول ہے، یہ معلمِ ثانی ہے معلوم نہیں کتنے لقب دیے گئے، کتنے خطاب دیے گئے، لیکن کسی نے آخرت پر بھی گفتگو کی ہے؟ کسی نے تو کہا ہوتا میں قبر سے یوں اٹھوں گا یا کم از کم کوئی یہ کہہ سکا کہ میں جب قبر سے اٹھوں گا تو ننگا نہیں رہوں گا، کسی نے یہ دعویٰ کیا؟ بہت عجیب جملہ میری زبان سے نکل گیا، اور ہو گا یہی، جن کے جسم کی حفاظت ہوگی وہی پوشاک کے ساتھ ہوں گے، یہ پیغمبرِ اکرم کی حدیث ہے مگر میں اس کو تفصیل سے بیان نہیں کر سکتا، اولین و آخرین میں ہم نے کسی کو کہتے نہیں سنا کہ ہم قیامت میں اس شان سے آئیں گے، قرآن پڑھنے والوں نے گواہی دی ہو، جیسے ہی سورہ پڑھا:-

”إِذَا زُلْزِلَتِ الْأَرْضُ زِلْزَالَهَا ۖ وَأَخْرَجَتِ الْأَرْضُ
ثِقَالَهَا“ (سورہ زلزال آیت ۲-۱)

”جب زمین شدید زلزلے کے ساتھ ہلا دی جائے گی، اور زمین اپنے دینیوں (خزانوں) کو نکال کر باہر پھینک دے گی۔“

”وَقَالَ الْإِنْسَانُ مَا لَهَا“ (سورہ زلزال آیت ۳)

”اور انسان کہے گا کیا ہو گیا تجھ کو“

کسی محدث نے، کسی مورخ نے، کسی صحابی نے، کسی فقیہ نے یہ کہا کہ

وہ انسان میں ہوں۔؟

”يَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ أَخْبَارَهَا“ (سورہ زلزال آیت ۴۹)

”(یہ زمین) اُس دن اپنا خبرنامہ سنائے گی۔“ زمین پر یہ ہوا، زمین اخبار

سنائے گی، کیوں؟

”يَا أَيُّهَا رَبِّكَ أَوْحَىٰ لَهَا“ (سورہ زلزال آیت ۵)

”اس لیے کہ تیرے رب نے اُس (زمین) کی طرف وحی کی (کہ بیان کر)

”يَوْمَئِذٍ يَصْدُرُ النَّاسُ أَشْتَاتًا لِّيرُوا أَعْمَالَهُمْ“

”فَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُ“ (سورہ زلزال آیت ۷، ۸، ۹)

”وہ دن جب انسان آئیں گے گروہ گروہ اپنے اعمال کو دیکھنے کے لیے،

جس نے ذرہ برابر نیکی کی ہوگی وہ اُسے نظر آجائے گی، اور جس نے ذرہ

برابر بُرائی کی ہوگی وہ بھی اُسے نظر آجائے گی۔“ کیسے نظر آئے گی ابھی بتلاتے ہیں کسی

”عِلْمُ طَبَقَاتِ الْأَرْضِ“ کے جاننے والے سے پوچھیے، کیا امکان ہے کہ پوری زمین

پھٹ پڑے گی، وہ کہے گا ہاں، زمین اپنی کششِ ثقل کو چھوڑتی جا رہی ہے آہستہ

آہستہ، اور ایک دن اِس زمین کو پھٹنا ہے۔

”إِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ“ (سورہ تکوین آیت ۱۰)

آپ کسی بڑے ہیئتِ داں سے پوچھیے کہ آفتاب کے متعلق کیا خیال ہے

وہ کہے گا، آفتاب آہستہ آہستہ اپنی قوت (ENERGY) کو کھورہا ہے اور ایک

دن اُس کی ENERGY ختم ہو جائے گی اور وہ بے نور ہو جائے گا۔ قرآن ہی

کہتا ہے جو آج سائنس کی دنیا کہہ رہی ہے، ایک دن آفتاب کو بے نور ہو جانا

ایک دن ستاروں کو ہمیشہ کے لیے خاموش ہونا ہے، ایک دن زمین پر زلزلہ آئیگا

— یہ چھوٹے چھوٹے سورے ہمیشہ یاد رہتے چاہئیں — کیوں؟

”الْقَارِعَةُ ۝ مَا الْقَارِعَةُ ۝ وَمَا أَزْدُرُكَ مَا الْقَارِعَةُ ۝
يَوْمَ يَكُونُ النَّاسُ كَالْفَرَاشِ الْمَبْثُوثِ ۝ وَتَكُونُ
الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ الْمَنْفُوشِ ۝ فَأَمَّا مَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِينُهُ ۝
فَهُوَ فِي عِيشَةٍ رَاضِيَةٍ ۝ وَأَمَّا مَنْ خَفَّتْ مَوَازِينُهُ ۝
فَأُمُّهُ هَاوِيَةٌ ۝ وَمَا أَزْدُرُكَ مَا هِيَ ۝ نَارُ حَامِيَةٍ ۝“
(سورہ قارعة)

عجیب پریشانی، عجیب مصیبت، کیا ہے، کچھ معلوم ہے، کیا مصیبت ہوگی
وہ دن جب انسان پروانوں کی طرح اڑیں گے، جب کہ بڑے بڑے پہاڑ روٹی
کے گالے بن جائیں گے، جس کے میزان میں وزن رہے گا، یعنی ثقل ہوگا وہی کچے
گا جس کے ترازو کے پڑے میں گرانی نہیں ہوگی، سبکی ہوگی وہ جلتی ہوئی آگ
میں جائے۔۔۔ چھوٹے چھوٹے سورے اور مشرکی تفصیل —

بڑی قیامت، بڑی تباہی، کوئی کتاب سائنس کی لے لیجئے وہ صاف صاف
کہہ دے گی ایسے بڑے بڑے عالم تباہ ہو چکے ہیں، دوسرے نظام ہائے شمسی
میں قیامت آچکی اور اس نظام شمسی کو بھی تباہ ہوا ہے، قیامت ماوری نہیں
ماورائے عقل نہیں ہے، اس لیے خلافت عقل نہیں ہے، تو لازمی نتیجہ کیا ہے:۔
”أَشْرَقَتِ الْأَرْضُ بِنُورِ رَبِّهَا“ (سورہ زمر آیت ۶۹)

”زمین اُس کے (اپنے) رب کے نور سے منور ہو جائے گی۔“
”وَوُضِعَ الْكِتَابُ وَجِئَ بِالنَّبِيِّينَ وَالشُّهَدَاءِ“ (نوریتہ)
”اور کتاب سامنے رکھ دی جائے گی اور انبیاء آئیں گے اور شہداء
آئیں گے۔“

زمین نور سے روشن ہو جائے گی، نور کی تعریف کیا ہے، اُجالا ہو جائے

توپتہ چلے کہ راستہ کدھر ہے، دیوار کہاں ہے، گڑھا کہاں ہے، نور کی تعریف معلوم ہے، روشنی ہو جائے توپتہ چلے کہاں گرنے والے ہیں، کہاں سے بچ کے چلنا ہے، اور جب نور قوی ہوتا ہے تو ہڈیوں کا پتہ چلتا ہے، نور قوی ہوتا ہے تو گوشت کی بیماریوں کا پتہ چلتا ہے، جس کو ایکس رے (X'RAY) کا علم کہتے ہیں۔ جب رت کا نور آئے گا تو ذرے ذرے کا علم معلوم ہو جائے گا۔۔۔۔۔ مومن کون ہے، منافق کون ہے —؟؟

"X'RAY" کا علم — صرف ایک شعاع جارہی ہے اور یہ بتلائے کہ اندر کیا جراثیم ہیں، اندر کیسے کیسے گہرے زخم ہیں، کیا بیماریاں ہیں — اور جب رت کا نور پوری زمین کو گھیرے گا تو ایک ذرہ بھی اپنے باطن کو چھپانہ سکے گا، اور یہ دن کون سا ہوگا — !!

اب ہم کل کی تفسیر سے مسلسل ہو رہے ہیں — (سورہ حدید آیت ۱۲)

"يَوْمَ تَرَى الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ

یہ دن کون سا ہے — جب تو دیکھے گا، کوئی اور نہیں تو دیکھے گا) جب

صاحبانِ ایمان مرد اور صاحبانِ ایمان عورتیں (آئیں گی)

يَسْعَىٰ نَزْرُهُمْ بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَبِأَيْمَانِهِمْ

"اُن کا نور اُن کے سامنے دوڑے گا اور اُن کے سیدھے جانب دوڑے گا"

اُن کا نور، — اور پھر آواز دی جائے گی:

"بَشِّرْكُمْ الْيَوْمَ جَنَّتْ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ

خَلِيدِينَ فِيهَا ذَٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ" (سورہ حدید آیت ۱۳)

"اور اُس دن اُن کو بشارت دی جائے گی — آج تم کو بشارت ہو، خوشخبری —

(یہ میں آیات کو سورہ حدید سے پڑھ رہا ہوں۔ سورے کا نشان ۵۷ ہے)

آج تمہارے لئے یہ جنت کے باغ ہیں، یہ نہریں جاری ہیں، تم ہمیشہ اسی میں رہو گے۔ یہ تمہاری کامیابی ہے۔“

اور ایسے میں :-

”يَوْمَ يَقُولُ الْمُنْفِقُونَ وَالْمُنْفِقَتُ لِلَّذِينَ

” منافق مرد اور منافق عورتیں بھی ایک جگہ جمع ہوں گے“

تاریخ اسلام میں جہاں کہیں منافق کا ذکر آیا تو مورخین نے کہا وہ ایک تھا عبداللہ ابن ابی، ”سورۃ منافقون“ آیا، کہا وہ ایک ہے عبداللہ ابن ابی، یہ کیا عبداللہ ابن ابی کے نام سے لاکھوں آدمی ہیں، —؟ جب منافق مرد اور منافق عورتیں سب ایک جگہ جمع ہو جائیں گے۔ یہ قرآن ہے، اور یہ منافق مرد اور منافق عورتیں کہیں گے، کس سے کہیں گے۔ اللہ سے — نہیں۔ !
لِلَّذِينَ آمَنُوا صَاحِبَانِ اِيْمَانٍ سَہِیْنِیْ، اَنْظِرُوْنَا ذِرَہِمَارِیْ
طَرَفٍ دِکْہِوْ۔ ! نَقْتَبِسُ مِنْ نُّوْرِکُمْ

”ہم بھی تمہارے نور سے کچھ لے لیں“ — ہائے ریحسرت، — !
ٹھہرو — ذرا ہماری طرف دیکھو ہم تمہارے نور سے کچھ اقتباس کریں کچھ تمہارے نور سے لے لیں۔“

دنیا میں تو یہ منافق کہا کرتے تھے کہ رسول ہی نور نہیں ہے — اور قرآن کہتا ہے کہ قیامت میں یہ منافق، ایک ایک ایمان والے سے کہیں گے ٹھہرو اپنے نور میں سے تھوڑا سا ہم کو بھی نور دو، یہ قرآن ہے نہ — حاملان قرآن موجود ہیں — اللہ کا نور نہیں — مومنوں اور مومنات کا نور —

”قِيلَ اَرْجِعُوْا وَّرَآءْکُمْ فَالْتَمِسُوْا نُوْرًا“

”پیچھے مڑو — واپس جاؤ — دنیا میں جن سے نور مانگتے تھے اُن نور مانگو“

سچے دیکھو، یہاں اگر نور مانگ رہے ہو اپنے والوں سے نور مانگو۔ دنیا میں
تو صاحبانِ ایمان کے پاس نور مانگئے آئے نہیں۔

" فَضُوبَ بَيْنَهُمْ بِسُورِ

اور اُن (دروغوں) کے درمیان ایک دیوار کھینچ دی جائے گی "۔

یہ منافق مرد اور منافق عورتیں، یہ ایمان دار مرد اور ایماندار عورتیں، بیچ میں دیوار۔

لَهُ بَابٌ ط

" اس میں ایک دروازہ ہوگا " (تفصیل محشر)

" بَاطِنُهُ فِيهِ الرَّحْمَةُ وَظَاهِرُهُ مِنْ قَبْلِهِ الْعَذَابُ ط

" (اس دیوار) کے اندر کی طرف تو رحمت ہوگی اور اُس کے باہر عذاب ہوگا۔

یعنی اُس طرف دیوار کے منافقت اور ادھر دیوار کے رحمت — اور

دیوار کے ادھر سے :-

يُسَادُّونَهُمْ وَهَٰؤُلَاءِ سَيَكُنَّ اِلَيْهِمْ

سے پکاریں گے :

اَلَمْ تَكُنْ مَّعَكُمْ " کیا (دنیا میں) ہم تمہارے ساتھ نہیں تھے

وہاں تو ساتھ تھے، محلہ ایک تھا، گھر قریب قریب تھے، ساتھ میں اُٹھتے بیٹھتے

تھے، تم اُس راستے سے جاتے تھے ہم بھی ملتے تھے، وہاں تو ساتھ تھے، یہاں

اتنا بھی رحم نہیں کرتے کہ اپنے نور میں سے تھوڑا سا ہم کو دے دو، اور بیچ میں

دیوار بھی کھینچ دی ہے۔

قَالُوا بَلٰی

" ایمان والوں نے کہا، ہاں، تم ہمارے ساتھ تھے۔

" وَلٰكِنَّكُمْ فُتِنْتُمْ اَنْفُسَكُمْ "

” لیکن وہاں تم نے اور تمہارے نفسوں نے فتنہ برپا کیا تھا “
 ” وَتَرَبَّصْتُكُمْ وَارْتَبْتُكُمْ “

” اور تم ہماری تباہی کا انتظار دیکھ رہے تھے دنیا میں “ تم کو بس یہی فکر تھی کہ ہمارے متعلق کوئی بُری خبر سُنو، تم یہی سمجھتے تھے کہ اب مرا، جب مر گیا، وہاں زخمی ہوگا، یہاں زخمی ہوگا، اُس جنگ سے لاش آئے گی، اُس جنگ سے کوئی بُری خبر آئے گی، تم تو فقط یہی انتظار دیکھتے تھے “ وَارْتَبْتُكُمْ شک میں رہتے تھے، تم تو ہر وقت شک میں پڑے رہتے تھے، حق کی طرف آنے میں شک کر رہے تھے۔ تمہارے نفسوں نے فتنہ برپا کیا تھا، ” وَغَرَّكُمْ بِالْمَانِي “ اور تمہاری جھوٹی تمناؤں نے تم کو دھوکا دیا حتیٰ حَآءِ اَمْرُ اللّٰہِ یہاں تک کہ تم کو موت آئی۔ ” وَغَرَّكُمْ بِاللّٰہِ الْغُرُورُ “ اور وہ بڑا دھوکا دینے والا دھوکا دے گیا۔ ” غُرُورٌ — غُرُورٌ نہیں — غُرُورٌ “ یعنی ” بڑا دھوکا دینے والا “ یہ ایک نام یاد رہے گا — غُرُورٌ — مفسرین نے کہا غُرُور کے معنی ہیں ” شیطان — اب جو سہی — !

فَالْيَوْمَ لَا يُؤْخَذُ مِنْكُمْ فِدْيَةٌ ” اور آج تم سے کوئی فدیہ نہیں لیا جائے گا، “ عذاب کے بدلے کچھ دے دلا کے نجات پاؤ، آج یہ نہیں ہوگا، یہ تو دنیا میں ہونا تھا، مصیبتوں سے بچتے تھے دے دلا کے، آج تم سے فدیہ نہیں لیا جائے گا۔ ” وَلَا مِنَ الَّذِينَ كَفَرُوا “ اور نہ کافروں سے فدیہ لیا جائے گا۔ ” مَا وَلَكُمْ النَّارُ “ یہ جہنم ہی تمہاری جگہ ہے۔ ” رَہی مَوْلَاكُمْ وَبِئْسَ الْمَصِيرُ “ (سورہ حدید کی آیات ۱۲-۱۳-۱۴-۱۵ مسلسل ہیں) ” بس اب یہ جہنم تمہارا مولیٰ ہے “ یہ بدترین مقام ہے۔ ” ایک مولیٰ سے بھاگے یہ دوسرا مولیٰ مل گیا “

(۹۲)

میں تفصیل محشر دے رہا ہوں، اب یہ جہنم ہے تمہارا مولیٰ — !
 ”سُورَةُ مُحَمَّدٍ“ میں ارشاد ہوا:-

”ذَٰلِكَ بِأَنَّ اللَّهَ مَوْلَى الَّذِينَ آمَنُوا وَأَنَّ الْكَافِرِينَ
 لَا مَوْلَى لَهُمْ ؕ“ (سُورَةُ مُحَمَّدٍ آیت ۱۰)

”صاحبانِ ایمان کا مولیٰ اللہ ہے، اور کافروں کا مولیٰ نہیں ہوتا۔“ اللہ اپنی
 مولاہیت کے باوجود اپنی مولاہیت کو ہٹا لیتا ہے کافروں سے، کافروں کے لیے
 مولیٰ نہیں ہے، اور مولیٰ کا تصور بھی نہیں ہے ان کے لیے، جب رسولؐ نے کہا
 تھا اِنَّ اللّٰهَ مَوْلٰی اللّٰہ میرا مولیٰ ہے، اور میں مومنوں کا مولیٰ ہوں،
 — مَنْ كُنْتُ مَوْلٰی —۔۔۔ اللہ میرا مولیٰ ہے اور میں صاحبانِ
 ایمان کا مولیٰ ہوں اور میں جس جس کا مولیٰ ہوں آج سے یہ علیؑ تمہارا مولیٰ ہے
 صاحبانِ فکر نے کہا ”مولیٰ“ کے معنی ہیں چچا زاد بھائی — !
 اس لیے کہ چچا زاد بھائی سے کہہ رہے تھے کہ علیؑ مولیٰ ہے۔ اگر مولیٰ کے
 معنی چچا زاد بھائی کے ہیں، تو قرآن نے کہا جہنم کو دیکھ کے، ھٰی
 مَوْلٰی کُمْ ”یہ جہنم تمہارا ہے۔ اب چچا زاد بھائی سمجھ کے جاؤ۔“ مولیٰ
 یعنی ماویٰ، مَلَجَا، اَوَّلٰی بِالتَّصَرُّفِ، مَالِكِ كُلِّ، مُتَصَرِّفِ
 اَعْلٰی، جاؤ یہ جہنم ماویٰ ہے، مَأْوٰی کُمُ النَّارُ یہ جہنم آج تمہارا ماویٰ
 ہے، کیا برا مقام ہے۔

صاحبانِ ایمان نور کے ساتھ آئیں گے، اور یہ نور ان کو کس طرح

سے ملے گا، — ۹۱۔

”يَوْمَ لَا يُخْزِي اللَّهُ النَّبِيَّ وَالَّذِينَ آمَنُوا
 مَعَهُ ۖ نُورُهُمْ يَسْعَىٰ بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَبِأَيْمَانِهِمْ
 (سُورَةُ تَحْرِيمِ آیت ۱۷)

”یہ وہ دن ہوگا جب خدا اپنے نبی کو رسوا نہیں ہونے دے گا“ اور
 صاحبانِ ایمان ساتھ ہوں گے، — کون کون ساتھ ہوں گے —
 سورہ حج کی تفسیر کر رہے ہیں محمد ابن اسماعیل بخاری ”صحیح بخاری“ میں
 اس کتاب پر ساری دنیا نے اسلام کو اعتماد ہے، بخاری نے کہا کہ قیس ابن
 عباد مسجد میں تھے حضرت علیؑ سے ملاقات ہوئی، اور حضرت علیؑ نے فرمایا:
 ”أَنَا أَوَّلُ مَنْ يَجْشُو بَيْنَ يَدَيِ الرَّحْمَنِ لِلْخُصُوفَةِ
 يَوْمَ الْقِيَامَةِ“ (صحیح بخاری کتاب التفسیر)

”قیامت کے دن سب سے پہلے میں کھڑے ہو کر بتلاؤں گا کہ مجھ
 سے کیا دشمنی کی گئی۔“ دیکھیے ”بخاری شریف“ سات لاکھ حدیثوں
 کا خلاصہ ہے بخاری میں کسی اور کے لیے نہیں ہے کہ کسی نے یہ کہا ہو کہ قیامت
 میں ہم اس شان سے آئیں گے سوار علیؑ کے کسی نے یہ نہیں کہا کہ میں
 بارگاہِ رب میں اپنا مقدمہ پیش کروں گا، کسی نے اپنے لیے کچھ نہیں کہا کہ وہ
 قیامت میں کیسے آئے گا، سوار علیؑ کے کسی نے بھی نہیں کہا، علیؑ نے کہا ”میں
 پہلا شخص ہوں گا جو قیامت کے روز رحمان کے سامنے کھڑے ہو کر یہ فریاد کروں گا
 کہ مجھ سے یہ دشمنی کی گئی“ بخاری نے کہا کہ یہ دشمنی وہ ہے کہ بدر میں کفار قریش
 نے اپنے مقابلے کے لیے علیؑ کو بلایا تھا، ہم کو اس دشمنی پر اعتراض نہیں ہے، اے
 وہ بدر کی دشمنی، اُحد کی دشمنی، خیبر کی دشمنی، خندق کی دشمنی، جمل کی دشمنی، صفین کی
 دشمنی، نہروان کی دشمنی — سمجھ گئے آپ، یہ بخاری ہے۔ وہ کوئی بھی دشمنی ہو۔
 اور ایک عجیب واقعہ طلباء کے لیے، ۱۲۶۲ عیسوی میں فلورنس میں
 ایک شخص پیدا ہوا اُس کا نام ہے ”ڈانٹے“ — اس نے اپنی کتاب میں جہنم کی
 تصویر کھینچی ہے۔ ڈانٹے ۱۳۲۱ عیسوی میں مر گیا، اُس نے جہنم کی تصویر کھینچتے

ہوتے کہا کہ میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ جہنم میں محمدؐ ہیں، زنجیروں میں اور یہ بھی دیکھا کہ علیؑ بھی ہیں جو محمدؐ کے پیروں سے پیٹے ہوئے رو رہے ہیں۔ دشمن کو بھی یہ کہنا پڑا کہ محمدؐ کا اگر کوئی ساتھ دے سکتا ہے تو وہ علیؑ ہیں اور وہاں دشمن بھی علیؑ کو دیکھ رہا ہے۔ ڈانٹنے نے کسی اور کا نام نہیں لیا، اُس نے تو دشمنی سے لکھ دیا، لیکن یہ سن کر وہ گئی کہ علیؑ محمدؐ کو کسی جگہ بھی اکیلا نہیں چھوڑ سکتے، اب وہ ڈانٹنے کے تصور میں جو بھی جہنم سہی، بس یہ طے ہو گیا جہاں محمدؐ ہیں وہاں علیؑ ہیں۔

بخاری نے کہا سب سے پہلے علیؑ دربارِ الہی میں فریاد کے لیے آئیں گے، قیامت کا دن، آئیے دیکھیں محمدؐ کہاں ہیں: ”کَمَا بَدَأْنَا أَوَّلَ خَلْقٍ نُعِيدُهُ“ (سورۃ انبیاء آیت ۱۰۴) ”جس طرح ہم نے خلقتِ اول کی ابتداء کی تھی اُسی طرح لوٹائیں گے، جس طرح ہم نے خلقِ اول کو پیدا کیا اُسی طرح سے ہم عود کرائیں گے، اب تعلیم یافتہ طبقے کے لیے، خلقت کا دائرہ کیا ہے — محمدؐ عقلِ اول، روحِ اول، صبحِ اول، نورِ اول، کلمہِ اول، نفسِ اول — محمدؐ عقلِ اول پھر عقول، نفوس، مجردات عناصر، مرکبات، اجزاء، مادہ، زمین، قوسِ نزول ہوا، اور اب قوسِ عروج، جمادات بنے، نباتات بنے، حیوانات بنے، انسان پھر مسلمان، پھر مومن، پھر متقی، پھر ولی، پھر نبی، پھر اولوالعزم، پھر محمدؐ — “

”کَمَا بَدَأْنَا أَوَّلَ خَلْقٍ نُعِيدُهُ“ (سورۃ انبیاء آیت ۱۰۴) جیسے اول مخلوق کو پیدا کیا اُسے پھر لوٹائیں گے، محمدؐ اول، محمدؐ آخر، جہاں محمدؐ وہاں علیؑ — “

وہ آغازِ یہ انجام، وہ بداء، یہ عود، وہ مبداء، یہ معاد، وہ ابتداء

یہ انتہاء۔ وہ ازل، یہ ابد، وہ ابتداء، یہ قیامت، — قیامت یومِ ظہورِ کمال محمدؐ ہے، اب کل کی تقریر میں اس پر بحث ہوگی۔ ملتِ اسلامیہ کے لیے اس سے بڑھ کر اور کیا مسرت کی بات ہوگی کہ محمدؐ کی یہ فضیلت بیان کی جائے، ارے کسی کو ذرا سا لگاؤ ہو جائے محمدؐ سے تو دنیا اس کے قدم چومنے لگتی ہے، چپائے کہ کوئی اخلاق میں، کردار میں، گفتار میں، رفتار میں، صورت میں، شکل میں محمدؐ ہو، — !! اذرا سا محمدؐ سے نسبت ہو جائے تو دنیا قدم چومتی ہے۔ !!

۱ اور علی اکبرؑ — حسینؑ کہہ رہے ہیں — پروردگار اب تو گواہ رہنا، اس لال کو بھیج رہا ہوں: ”اَللّٰهُمَّ اشْهَدْ عَلٰی هٰؤُلَاءِ اَنْقَوْمٍ فَقَدْ بَرَزَ اِلَيْهِمْ غُلَامٌ اَشْبَهَ النَّاسَ خُلُقًا وَ خُلُقًا وَ مَنْطِقًا بِرِسْوَلِكَ وَلَنَا اِذَا شِئْنَا اِلٰی نَبِيِّكَ نَظَرْنَا اِلٰی وَجْهِهِ“

کل ایرانیان ہال کی مجلس میں شہزادے پر تفصیلی گفتگو ہو چکی۔ چند جملے اور — وہیں سے شروع کروں گا جہاں سے کل گفتگو ختم ہوئی تھی۔ علماء لکھتے ہیں کہ اگر علی اکبرؑ پہلے شہید ہیں تو یقیناً عباسؑ تھے — قائم تھے — عوں د محمدؐ تھے، پھر خیمے سے شہزادی زینبؑ کیوں نکلیں۔“ علماء نے بحث کی ہے اس پر کہ علی اکبرؑ کی آواز پر شہزادی خیمے سے باہر کیوں آئیں۔ علی اکبرؑ پہلے شہید ہیں — امام زمانہ ۲ؑ فرماتے ہیں: ”سلام ہو میرا نسلِ ابراہیمؑ کے پہلے شہید پر“ علامہ قزوینی کی بحث قابلِ غور ہے۔ قزوینی لکھتے ہیں: ”جب علی اکبرؑ کی آواز آئی، وہ حسینؑ کے اعزّہ جو زندہ تھے انھوں نے ارادہ کیا کہ لشکرِ یزید پر حملہ کریں، نگاہِ جلالتِ امامت نے سب کو روکا، کہا، خبردار۔“ آج حسینؑ کا امتحان ہے —

آج حسین کا امتحان ہے — خبردار! تم سب نہ آنا — عباس نہ آنا
 — قاسم نہ آنا — بوڑھا باپ جوان بیٹے کی میٹ اٹھائے گا، ادھر
 فضہ نے جا کر شہزادی زینب سے کہا — بی بی آپ کے بھائی تنہا علی اکبر
 کی لاش پر گئے ہیں۔ اتنا سنا تھا کہا عباس نہیں گئے، فضہ نے کہا سب
 کو روکا ہے — سب کو حسین روک سکتے تھے لیکن بہن کو روک نہیں سکتے
 تھے — بہن نے پالا بے علی اکبر کو — خیمے کا پردہ اٹھا کر
 باہر آئیں اور پکارتی ہوئی چلیں — علی اکبر — علی اکبر! اور
 وہاں حسین — زانو پر بیٹے کے سر کو لیے ہوئے بیٹھے تھے —
 جب بہن کی آواز آئی —

ایک مرتبہ کہا علی اکبر! — تم میری جان ہو — تم میرے
 لعل ہو — علی اکبر! تم بہت عزیز ہو — سنا تم نے وہ فاطمہ
 کی جان پکار رہی ہے۔۔۔۔۔
 کہا علی اکبر ٹھہرو — یہ کہہ کر بیٹے کو اکیلا چھوڑ دیا —
 ایک مرتبہ بہن کے پاس پہنچے، کہا — زینب! تم کیوں مقتل میں
 آئیں — ؟ زینب نے کہا :
 بھائی آپ جوان بیٹے کی لاش پر اکیلے کیوں گئے —
 علی اکبر کی لاش کے پاس آپ اکیلے تھے — “



مجلسِ سہم

” قیامت اور قرآن “

- ۱۔ قیامت کے دن کمالِ انسانِ کامل کا ظہور ہوگا۔
- ۲۔ آغازِ محمدؐ، انجامِ محمدؐ۔
- ۳۔ قیامت میں اعراف کی بلندیوں پر مردانِ خدا ہوں گے۔
- ۴۔ جنت اور جہنم کے درمیان ایک مؤذن پکارے گا،
آج ظالموں پر لعنت ہے۔
- ۵۔ سورہ برأت لے جانے والا مؤذن قیامت میں بھی
مؤذن ہوگا۔
- ۶۔ جناب سکینہ کی پیاس۔
- ۷۔ حضرت عباسؓ کی رخصت۔

۷، محرم ۱۹۶۸ء نشر پارک۔ کراچی

مجلس ہفتم

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝ لَا اُقْسِمُ بِیَوْمِ الْقِیَامَةِ ۝
وَلَا اُقْسِمُ بِالنَّفْسِ اللّٰوِاْمَةِ ۝ (سورہ قیامت آیت ۱-۲)

”

”قیامت اور قرآن“ کے عنوان سے یہ سائلوں تقریر ہے۔ گذشتہ تقریروں کے خلاصے کے لیے نہ مجھ میں ہمت ہے اور نہ میرے پاس وقت ہے، صرف اتنا عرض کرنا چاہتا ہوں کہ پیغمبر پر پہلی آسمانی وحی آئی — اقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ ۝ اس پہلی وحی سے لیکر آخری وحی تک — کوئی سورہ ایسا نہیں ہے جس میں قیامت کا تذکرہ نہ ہو۔ پہلی وحی ”سورہ اقْرَأْ“ میں ارشاد ہوا:۔

”لَیْسَ لَكَ مَلٰٓئِیْنَتِهٖ ۝ لَنَسْفَعًا بِالنَّاصِیَةِ ۝ نَاصِیَةِ
كَاٰذِبَةٍ خَاطِیْةٍ ۝ فَلِیَدْعُ نَادِیْہٗ ۝ سَنَدْعُ الزَّبٰنِیۃَ ۝“
(سورہ علق (اقراء) آیت ۱۵ تا ۱۸)

”اے حبیب! اس سے کہہ دو اگر یہ باز نہیں آتے گا تو اس کی جھوٹی پیشانی کو پکڑ کے ہم جہنم میں ڈال دیں گے، اور ہم جہنم کو آواز دیں گے کہ اس کو جلا دے ہم جہنم کے فرشتوں کو حکم دیں گے اسے جہنم میں ڈال دو، اور اُس دن ہم آواز دیں گے یہ اپنے دوستوں کو بلاتے۔“

پہلی وحی سے لیکر آخری سورے تک آپ دیکھیں گے ہر جگہ قیامت کا ذکر ہے

ادھر نفعِ صورت کے بعد سب کے سب جمع ہوں گے، قیامت کا ایک نام یومِ جمع بھی ہے، یہ سب محشور ہوں گے، قرآن گواہی دے رہا ہے کہ محشر میں ذرّے داری محمدؐ کی ہے

”فَلْيَكْفُفْ إِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ شَهِيدٌ وَجِئْنَا بِكَ عَلَى هَؤُلَاءِ شَهِيدٌ اِهْ“ (سورہ نساء آیت ۴۱)

”وہ یکساں ہو گا جب ہر امت اپنے گواہ کو لے کر آئے گی اور اے حبیب! آپ ان گواہوں پر گواہ ہوں گے“ — ظہورِ کمال انسانِ کامل ہے قیامت — معادِ صبحِ اول، معادِ عقلِ اول، معادِ روحِ کل قیامت ہے۔

کَمَا بَدَأْنَا أَوَّلَ خَلْقٍ نُعِيدُهُ (سورہ انبیاء آیت ۱۰۴)

”جس طرح ہم نے خلقتِ اول کی ابتداء کی تھی اُسی طرح لوٹائیں گے“

”لَوْ لَكَ لَمَّا خَلَقْتُ الْاَوَّلَ الْاَوَّلُ“

”اے محمدؐ! اگر تم نہ ہوتے تو میں آسمانوں کو پیدا نہ کرتا“

اے حبیب! تم نہ ہوتے تو زمین و آسمان نہ ہوتے اور قیامت میں جب تم آئے تو پھر زمین و آسمان کی بھی باری ہے، پھر انسانوں کی بھی گفتگو ہے، انبیاء کا بھی تذکرہ ہے، آغازِ محمدؐ، انجامِ محمدؐ —

کیا ملتِ اسلامیہ قرآن کی آیتوں کو اس یقین کے ساتھ پڑھے اور سنے کہ یقین کو پختہ تر کر لے۔ انسانِ کامل کی ذرّے داری ہے آغاز و انجام میں، بخاری شریف کی دو حدیثیں اس وقت پڑھ رہا ہوں، بخاریؒ نے ۲۵۶۷ میں وفات پائی، ان کی کتاب ”صحیح بخاری“ کے متعلق علمائے ملت نے کہا قرآن کے بعد ہی کتاب ہے۔ میں ہمیشہ اس بات پر زور دیتا ہوں کہ ملتِ اس کتاب کو واقعی پڑھے، درس و رسا پڑھے اور بخاری کو نظر انداز کرنے کی کوشش نہ کرے، بخاری شریف کی آخری جلد میں دیکھیے، اس جلد میں قیامت سے متعلق

جو باب ہے اُس میں "فنجِ صور" سے لیکر "باب النار والجنۃ" تک تقریباً اکیس صفحات قیامت کے موضوع سے بھرے ہوئے ہیں۔ دو حدیثیں سنارہا ہوں :

پہلی حدیث —

راوی بیان کرتا ہے کہ پیغمبر اسلام منبر پر تشریف فرما تھے، قیامت کا تذکرہ تھا۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا: "میں سب سے پہلے مشرک کے میدان میں پہنچوں گا، تاکہ انتظامات مکمل رہیں، میں تم پر گواہ رہوں گا، زمینوں کے خزانوں کی کنجیاں مجھے دے دی گئی ہیں، خدا کی قسم مجھے اس کی پروا نہیں ہے کہ تم میرے بعد مشرک ہو جاؤ گے، لیکن خدا کی قسم مجھے جس بات کا ڈر ہے وہ یہ کہ دین میں تمہارا نفس شامل ہو جائے گا، دین میں تم اپنی مرضی کو شامل کرو گے، تم اپنی رائے کو شامل کرو گے، دین میں تم آزادی پیدا کرنے کی کوشش کرو گے، مشرک تو کوئی ہو نہیں سکتا، اس لیے کہ صرف مسلمانوں میں نہیں، کائنات میں اب کوئی مشرک نہیں ہے، بعد محمدؐ اب کوئی مشرک نہیں ہے، دنیا کا کوئی انسان مشرک نہیں ہے۔ عقل مند انسان یہ نہیں کہتا کہ کئی بڑی طاقتوں نے مل کر دنیا کو بنایا ہے، کئی انسانوں نے یا کئی قوی ہیکل دیو یا کئی فرشتوں نے مل کر کائنات کو بنایا ہے اب کوئی یہ نہیں کہتا، ایک طاقت کی قوت کے سب قائل ہیں، اس لیے پیغمبرؐ ارشاد فرماتے ہیں: "مجھے اس کا ڈر نہیں ہے کہ تم مشرک ہو جاؤ گے، مجھے ڈر ہے تو یہ ہے کہ تم دین میں دخل دینے لگو گے، تم دین میں اپنی رائے کو شامل کرنے لگو گے، اور اس طرح شامل کر دو گے کہ یہ بدعت، وہ بدعت۔ تم دین میں اپنی خواہشات کو شامل کر دو گے یہ ختمی مرتبت ص کی پیشین گوئی لفظ بلفظ پوری ہو رہی ہے۔ اور اب یہ دوسری حدیث صحیح بخاری کی —

ابن انس نے حضرت ختمی مرتبت سے روایت کی ہے، حضورؐ نے ارشاد فرمایا: ”قیامت کے دن آدمؑ آئیں گے، نوحؑ آئیں گے، موسیٰؑ آئیں گے، عیسیٰؑ آئیں گے، اولین و آخرین کو جب محسوس کیا جائے گا تو ہر دور کا نبی آئے گا؛ سارے انبیائے اولوالعزم ہوں گے، اور تمام انسان ایک ایک نبی کے پاس جائیں گے۔ پہلے آدمؑ کے پاس جائیں گے اور کہیں گے ”ابو البشر! ہماری مدد کرو“ آدمؑ کہیں گے آج میری ہمت نہیں ہے، پھر نوحؑ کے پاس جائیں گے، نوحؑ سر کو جھکا لیں گے، ابراہیمؑ کے پاس جائیں گے، وہ انکار کر دیں گے، موسیٰؑ کے پاس جائیں گے وہ خاموش ہو جائیں گے، عیسیٰؑ کے پاس جائیں گے، عیسیٰؑ کہیں گے ہم سب کے پاس کیوں آرہے ہو، اُس کے پاس کیوں نہیں جاتے جس کو زندگی ہی میں مغفور کر دیا گیا، محمدؐ کے پاس جاؤ وہ مغفور ہیں، انسانیت ختمی مرتبت کے پاس آئے گی، فرماتے ہیں، میں میدانِ حشر میں سجدہ کروں گا، اور سجدے میں جو کچھ کہہ سکتا ہوں، کہوں گا، پیغمبرؐ نے یہ نہیں بتلایا کہ کیا کہوں گا، آواز آئیگی محمدؐ! شفاعت کرو، آج شفاعت قبول کی جائے گی، مانگو، دوں گا۔ پیغمبرؐ فرماتے ہیں، ایسے میں، میں شفاعت کروں گا، آواز آئے گی جس جس کی طرف محمدؐ اشارہ کریں جنت میں بھیجتے جاؤ، ارشاد فرماتے ہیں میں دوبارہ سجدہ کروں گا، آواز آئے گی، اب کیا ہے؟ محمدؐ کہیں گے اور شفاعت چاہتا ہوں۔ بخاری شریف گو کہ ہے کہ پیغمبرؐ ارشاد فرماتے ہیں میں کئی سجدے کروں گا، یہاں تک کہ جہنم میں وہی رہ جائے گا جس کو قرآن نہ چھوڑے، یعنی جس کی شفاعت کی اجازت بالکل قرآن نہ دے، میں اُس کو قرآن کے حکم کے بعد جہنم سے نہیں ہٹاؤں گا۔ یہ ہے قرآن کے ساتھ ساتھ، مقام شفاعتِ حشر، اور یہ حدیث ممکن ہے مسلمان یہ کہہ کر مال دیں یہ تو حدیث کی بات ہے، نہیں۔ اب میں قرآن کی

آیات پڑھوں گا، یہ ہے سورۃ اعراف: (آیت ۴۶)

”عَلَى الْأَعْرَافِ رِجَالٌ يَعْرِفُونَ كُلًّا بِسِيمَاهُمْ“ (سورۃ اعراف ۴۶)

”بلندیوں پر قیامت میں مردانِ خدا کھڑے ہوں گے“ ”رِجَال“ جب مختار محمد ہیں تو بلندیوں پر محمدؐ نے بھیجا ہوگا رِجال کو، اور ظاہر ہے جب ایک ”رَجُل“ کو خیر میں بھیج سکتے ہیں تو یہاں اُسی سطح سے بھیجا ہوگا رِجال کو، فتح وہیں ہوگی۔ مردانِ خدا بلندیوں پر ہوں گے اور ہر ایک کی پیشانی دیکھ کر اُسے پہچان لیں گے یہ نہیں کہا کہ مردانِ خدا کے ہاتھ میں ترازو ہے، یہ نہیں کہا کہ مردانِ خدا کے ہاتھ میں میزان ہے، تولیں گے نہیں، دیکھ کر پہچانیں گے، اُن کی نگاہ میزان ہے، پیشانیوں پر کچھ لکھا ہوا ہوتا ہے جس کو ہم نہیں دیکھ سکتے، صاحبانِ اعراف دیکھتے ہیں۔

”وَنَادُوا أَصْحَابَ الْجَنَّةِ أَنْ سَلَامٌ عَلَيْكُمْ“ (سورۃ اعراف آیت ۴۶)

”اور اصحابِ جنت کی طرف دیکھ کر آواز دیں گے ”سَلَامٌ عَلَيْكُمْ“۔ اتم پر ہمارا سلام ہو“ ”لَعَزِيدٌ خُلُوهَا وَهُمْ يَطْمَعُونَ“ (سورۃ اعراف آیت ۴۷) یہ وہ اصحاب ہوں گے کہ ابھی جنت میں داخل نہیں ہوئے لیکن جنت میں جانے کی خواہش رکھتے ہوں گے، بس اُن کی پیشانیوں کو دیکھ کر رِجال کہیں گے تم پر سلامتی ہو۔“

”وَإِذَا صُرِفَتْ أَبْصَارُهُمْ تِلْقَاءَ أَصْحَابِ النَّارِ“ (اعراف آیت ۴۸)

اور جب اُن کی نظر جہنم والوں پر پڑے گی، اُن سے تو کچھ نہیں کہیں گے لیکن اللہ سے کہیں گے۔۔۔۔۔ ”قَانُوا رَبَّنَا“ کہیں گے ہمارے رب۔۔۔

لَا تَجْعَلْنَا مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ ۝ (سورۃ اعراف آیت ۴۹)

(پروردگار) ظلم کرنے والوں کے ساتھ سے ہم پناہ مانگتے ہیں، یہ جو جہنم میں ہیں ان کا نام انھوں نے ظالمین رکھا ہے۔“

وَنَادَىٰ اصْحَابُ الْأَعْرَافِ رِجَالًا لَا يَعْرفُونَهُمْ بَیْسِطُهُمْ (اعراف ۶۷)
 "اور وہ مردانِ خدا جن کو پیشانیاں دیکھ کر پہچان لیں گے آواز دے کر کہیں گے

ادھر آؤ، یہاں آؤ، سنو۔۔۔۔۔
 مَا أَغْنَىٰ عَنْكُمْ جَنَعُكُمْ وَكَانَتْ تَسْتَكْبِرُونَ (سُورَةُ اعراف ۶۸)
 "تمہاری جمعیت کہاں گئی، اکثریت کہاں گئی، جس پر ناز تھا وہ کہاں ہے جمعیت،
 وہ شیخی کیا ہوئی جو تم دنیا میں کیا کرتے تھے۔ تمہارا مجمع آج کام نہیں آیا، تمہاری
 اکڑ آج کام نہیں آئی، وہ غرور کیا ہوا، اور ادھر باسی کرتے کرتے اب ادھر
 اشارہ کریں گے۔۔۔۔۔

أَهَؤُلَاءِ الَّذِينَ أَقْسَمْتُمْ لَا يَنَالُهُمُ اللَّهُ بِرَحْمَةٍ (اعراف ۶۹)
 "ان لوگوں کے لیے تم قسم کھا کر کہہ رہے تھے کہ یہ لوگ جنت میں نہیں جائیں گے۔
 اَدْخُلُوا الْجَنَّةَ لَا خَوْفٌ عَلَيْكُمْ وَلَا أَنْتُمْ تَحْزَنُونَ (اعراف ۷۰)
 "اب تم جاؤ جنت میں، آج تمہارے لیے نہ خوف ہے، نہ حزن ہے۔" دیکھا آپ نے
 نہ کسی سے اجازت لی نہ مالک سے پوچھا، اور نہ رجالِ اعراف نے کسی سے مشورہ کیا
 اور کہہ دیا جاؤ جنت میں، اب سمجھ میں آیا مسئلہ شفاعت، کس کی مرضی سے شفاعت
 ہوگی، کیا عربی سمجھ میں نہیں آتی، پیغمبرؐ کہتے ہیں ہم شفاعت کریں گے، لیکن یہ
 مردانِ خدا یہ رجالِ پیغمبرؐ کے معین کردہ ہوں گے اور یہ کہیں گے جاؤ جنت
 میں، کیوں جہنمیو! تم قسم کھا کر کہتے تھے کہ یہ رحمت سے محروم رہے، اٹھتے بیٹھتے
 کہتے تھے کہ یہ محروم ہیں۔

اور اب وہ تو گئے جنت میں اور ان کو بھیجا جہنم میں، یہ قرآن ہے :-
 وَنَادَىٰ اصْحَابُ النَّارِ اصْحَابَ الْجَنَّةِ أَنْ اْفِضُوا عَلَيْنَا مِنَ
 الْمَاءِ أَوْ مِمَّا رَزَقَكُمُ اللَّهُ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ حَرَّمَ مَا

عَلَى الْكَافِرِينَ ۝ (سُورَةُ اعراف آیت ۵)

"اور اب جہنم میں جا کر انہوں نے آواز دی جنت والوں کو، ہم کو پینے کے لیے پانی دے دو، جو کچھ تمہیں کھانے کو مل رہا ہے وہ ہم کو دو، اہل جہنم اہل جنت سے کہیں گے ہم کو تھوڑا سا پانی دو، یہ قرآن ہے۔

اگر اس طرح کی دو حدشیں ہوتیں تو آپ گھبرا جاتے، قرآن کہہ رہا ہے، اہل جہنم پانی مانگیں گے، کیا حق ہے پانی مانگنے کا، آج ساٹھ محرم کو عرض کر رہا ہوں، محرم کی ساتویں ہے، کیا حق ہے انہیں پانی مانگنے کا وہ پانی مانگیں گے جنت والوں سے —

اہل جنت جواب دیں گے — اللہ نے کافرن پر آج پانی کو حرام قرار دیدیا ہے، غذا اور پانی آج کافروں پر حرام ہو گیا، یہ قرآن ہے۔ ارشاد ہوا :-

الَّذِينَ اتَّخَذُوا دِينَهُمْ لَهْوًا وَلَعِبًا (سُورَةُ اعراف آیت ۵)
یہ وہ لوگ تھے جو دین کو کھلونا سمجھتے تھے

یزید نے دربار میں کیا کہا تھا یاد ہے نا !
”ہاشم کی اولاد دین کو کھلونا سمجھتی تھی، نہ محمدؐ پر وحی آئی نہ ملک

یہ تو ملک و مال کے ساتھ ایک کھیل تھا“
یہ ملوکیت کے دعوے دار دین کو کھلونا سمجھتے تھے، وہ کیا جواب دیں گے، اور اب کیا ہوگا۔

وَنَادَىٰ أَصْحَابُ الْجَنَّةِ أَصْحَابَ النَّارِ أَنِ قَدْ وَجَدْنَا مَا
وَعَدْنَا رَبَّنَا حَقًّا فَأَهْلُ وَجَدْتُمْ مَا وَعَدَ رَبُّكُمْ حَقًّا
(سُورَةُ اعراف آیت ۴)

اُس کے بعد جنت والے جہنم والوں کو پکاریں گے اور کہیں گے، ہم سے جو وعدہ ہوا وہ تو پورا ہوا، تم سے تمہارے رب نے جو وعدہ کیا تھا وہ بھی پورا ہوا، وہ کہیں گے
 قَالُوا نَعَمْ ہاں وہ وعدہ پورا ہو گیا۔

اور ایسے میں جنت اور جہنم کے درمیان
 فَاذِّنْ مُؤَذِّنٌ بَيْنَهُمْ اَنْ لَّعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِيْنَ (اعراف آیت)
 ایک مؤذن اذان دے گا، جنت اور جہنم کے درمیان، ایک مؤذن اذان دے گا
 اور وہ کہے گا۔ خدا کی لعنت ہنظالموں پر۔“

” قیامت میں مؤذن اذان دے گا، اذان دنیا سے شروع ہوئی، قیامت پر ختم ہوئی، پہلی اذان مکے میں دی گئی۔“

اذِّنْ مِنَ اللّٰهِ وَرَسُولِهِ اِلَى النَّاسِ يَوْمَ الْحَجِّ الْاَكْبَرِ
 اَنَّ اللّٰهَ بَرِحَ عَنِ الْمُشْرِكِيْنَ ۗ وَرَسُولُهُ ۚ (سورہ توبہ آیت)
 اللہ کی طرف سے اذان دے دو، انسانوں کو پیغام پہنچا دو، اللہ اور
 اُس کا رسول مشرکین سے بری ہیں، ”یہ سورہ برأت“ کی آیت ہے،
 اور اذان دینے والا کون تھا، سورہ برأت کو لے جانے والا کون تھا،
 جس نے اُس دن کہا تھا خدا بری ہے مشرکین سے۔ اپنی پرانی جتنی تفسیریں
 ہیں وہ سب دیکھ لیجیے، یہ حکم ملا تھا اللہ کے رسول! تم جاؤ یا مرد،
 (رَجُل) کو بھیجو، آپ جائیں یا آپ کا نفس جائے، آپ سا کوئی جائے
 اُس دن رسول نے اپنے بھائی کو بھیجا تھا، علی کو بھیجا تھا، کیا کہنے کے
 لیے بھیجا تھا، جاؤ اعلان کرو، خدا مشرکین سے بری ہے۔ پیغمبر یہ دنیا سے
 فرما کے گئے کہ میرے بعد شرک تو نہیں رہا، اس لیے قیامت میں یہ آواز نہیں
 دی جائے گی کہ مشرکوں پر لعنت،۔۔ اب تو لعنت ہے ظالمین پر۔!

اور وہی مودن ہے۔ پیغمبرؐ سے پوچھا گیا یہ قیامت میں اذان کون دے گا۔
ارشاد فرمایا، وہی جس کو سورۃ برأت لیکر بھیجا گیا تھا۔

یہ تفصیل محشر ہے اور یہ قرآن کی آیتیں، کمالِ محمدؐ کا ظہور ہے،
اور کمالِ نفسِ محمدؐ کا ظہور ہے محشر۔! — جہاں آواز دی جائے گی کہ
ظلم کرنے والے رحمتِ الہی سے دور ہیں، پیغمبرؐ کے تشریف لے جانے کے بعد
اگر ظلم یہ اندازہ کرتا کہ قیامت آرہی ہے، پھر کوئی کم از کم اسلام میں کسی مصیبت زدہ
کو نہ ستاتا، لیکن ظلم نے ہمیشہ یہ خیال کیا کہ قیامت نہیں ہے، وہ ہمیشہ یہ سمجھتے
رہے کہ دین ایک ڈھونگ ہے، ایک کھیل ہے، ایک کھلونا ہے، ظالم ہی سمجھتے
رہے کہ محشر نہیں ہے، قیامت کو نہیں آتا ہے، —

لیکن قیامت ہے، محشر ہے، حساب ہے، اور اگر حساب ہے
تو محمدؐ کے سامنے ہے اُن سے چھپا کے نہیں ہے اور پھر شافعِ محشر وہی ہیں جب
محمدؐ وہاں ہیں، نفسِ محمدؐ وہاں ہے، اور جب لاکھوں کی جماعت وہاں آئے گی، اور
عترتِ رسولؐ بھی آئے گی، مسلمان اتنا تو بتادیں اُس وقت حین کہاں ہوں گے
محشر میں حین کہاں ہوں گے، نانا کے پاس ہوں گے نہ —!

قیامت کے دن قاتل کے پاس کوئی عذر ہے کہ ہم نے آپؐ کے نواسے
کو نہیں پہچانا تھا۔ اسی لیے حین بار بار کہلا میں کہہ رہے تھے۔ میں محمدؐ مصطفیٰ
کا نواسہ ہوں، میں علیؑ مرتضیٰ کا بیٹا ہوں، میں فاطمہؑ زہراؑ کا بیٹا ہوں، کسی نے
خیال نہیں کیا، اور وہ وقت آیا کہ آہستہ آہستہ گھیرنے والی فوجوں نے پوری طرح
سے محاصرہ کیا۔ محرم کی ساتویں آتی، مخالف لشکر نے دریا پر قبضہ کر لیا، پانی بند
ہو گیا۔ آپؐ کے کانوں میں چھوٹے چھوٹے بچوں کی آواز آرہی ہے، العطش۔،
العطش۔،۔۔۔ حین میز کارواں — سب کی پیاس کا مرکز ہیں حین

— عباسؑ پیاسے ہیں، علی اکبرؑ پیاسے ہیں، قاسمؑ پیاسے ہیں، جوانیاں پیاسی ہیں، اور پھر شیر خوارگی پیاسی ہے، چھ حصینے کا بچہ پیاسا ہے — اور ایک جھوٹی سچی سکینہ پیاسی ہے — بار بار کہتی ہے پھو مچی اماں! آپ کے خیمے میں پانی ہے، کبھی کہتی ہے بھیا علی اکبرؑ! پانی ملے گا، اور جب ہر جگہ سے جواب مل گیا، نہیں بی بی کہیں نہیں ہے پانی، پھر بی بی چپ ہو گئی۔ اب یہ تو نہیں کہتی ہے کہ میں پیاسی ہوں، اس لیے کہ لاش پر لاش آرہی ہے، اب سچی پانی کیا مانگے۔ اے عوٰن و مجتہ کے لاشے آئے ہیں۔ اب علی اکبرؑ کی لاش — قاسمؑ کی لاش آئی، سچی اب کیا پانی مانگے۔ سکینہ کے کان میں یکایک آواز آتی بیٹی کہاں ہو — سکینہ نے گھبرا کر کہا یہ تو میرے چچا عباسؑ پکار رہے ہیں — ہاں سکینہ، تم کو عباسؑ پکار رہے ہیں — درخیمہ پر آکر آواز دی چچا! میں آگئی، عباسؑ نے کہا — سکینہ بی بی! کیا بہت پیاسی ہو —؟ کہا، ہاں چچا جان پیاس تو بہت ہے، عباسؑ نے کہا، اچھا بی بی سکینہ جاؤ ایک سوکھی مشک اٹھا لاؤ — سکینہ ایک مشکیزہ لے کر آگئیں — عباسؑ نے کہا سکینہ! اپنے بابا سے چل کر یہ کہو — بابا —! بہت پیاس لگی ہے بابا — چچا کو جان دیجیے — خیمے کا پردہ اٹک کر عباسؑ باہر آئے، سکینہ گود میں تھی مشکیزہ ساتھ میں تھا — حین نے عباسؑ کو آتے ہوئے دیکھا — پکار کر کہا — عباسؑ میں سمجھ گیا — سکینہ کو سفارش میں لائے ہو، — ایک مرتبہ سکینہ کو گود میں لے کر کہا، بی بی! کچھ تپ ہے یہ کیا کر رہی ہو۔؟ کہا، بابا! چچا کو پانی کھلے بھیج دیجیے — فرمایا، سکینہ! — اب زندگی بھر چھپاؤ گی۔ بی بی — چچا کو بھیج تو رہی ہو — اب چچا کبھی نہ ملے گا۔

سکینہ —!

چچا اب کبھی واپس نہیں آئے گا۔ سکینہ! یاد کرو گی، سکینہ، بہت پکارو گی

بی بی — چچا اب نہیں ملے گا — !!





jabir.abbas@yahoo.com

مجلسِ ششم

” قیامت اور قرآن “

اخبارِ جنگ کا بائیکاٹ کیا جاتے۔
 کسی اخبار کی سب سے بڑی توہین یہ ہے کہ ایک بڑی اکثریت یہ طے کر لے کہ ہم یہ اخبار
 نہیں پڑھیں گے۔
 علی کا دشمن منافق ہے۔
 کافر اپنا تعارف خود کرواتا ہے اہل بیت کی دشمنی کا مظاہرہ کر کے۔
 اخبارِ جنگ کو اپنی کثرتِ اشاعت پر ناز ہے آج اس اخبار نے امام حسین کی
 شان میں گستاخی کی ہے، اخبار پر لعنت بھیجیے۔
 لکھنے والے نے بتا دیا کہ اس کی ولادت میں نجاست ہے۔
 صفین کا علم آج بھی ہے۔
 ذکرِ حضرت عباسؓ۔

۸ محرم ۱۹۶۸ء نشر پارک کراچی

مجلسِ ششم

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ” لَا اُقْسِمُ بِیَوْمِ الْقِیَمَةِ ؕ
وَلَا اُقْسِمُ بِالنَّفْسِ اللّٰوِاْمَةِ ؕ “ (سُورَةُ قِیَامَتِ آیت ۱-۲)

(۶۰)

۱۹۷۷ء سے ۱۹۷۸ء تک ہم کو پاکستان میں اکیس برس ہو گئے، ہم نے کبھی کسی تحریک یا تقریر سے کسی کی دل آزاری نہیں کی، اور نہ ہمارا شعار رہا ہے۔ تذکرہ مضمون اگر کسی کو کھل جاتا ہے تو اور بات ہے، ذکرِ مظلوم پر اگر کوئی بگڑ جاتا ہے تو اور بات ہے، ورنہ ہم نے تو احتیاط یہاں تک کی کہ کربلا کے قاتلوں کا نام لینا بھی تفصیل سے مناسب نہیں جانا، صرف مصائب ہم پڑھتے رہے اور اسی طرح سے قیامِ عزاء کی کوشش کرتے رہے، کچھ روز پہلے ایک کتابچے پر گفتگو تھی آج ایک روز نامے پر گفتگو ہے، اور ابھی ایسا کہ منور عباس صاحب ایڈوکیٹ نے فرمایا، ابھی اُس کاغذ کو لیس کر آپ کے جذبات کی نمائندگی کرنے کے لیے وہ اور پولیس کے محترم ڈی آئی جی، اور کراچی کے محترم ڈپٹی کمشنر کے پاس گئے ہیں۔ اس وقت اُن سے باتیں ہو رہی ہیں، اور یہ آواز بلند ہو کر بہت قریب پہنچ رہی ہے، وہ بیٹھے ہوئے میری باتوں کو سن رہے ہیں، قوم کی ان آوازوں کو سن کر آپ یہ سمجھیں کہ قوم میں ہيجان ہے، قوم جذبات سے کام لیتی ہے یا قوم میں دیوانگی ہے، بالکل ایسا نہیں ہے، شیعہ قوم کو بالکل ہٹا دیجیے سامنے سے، کیا ملتِ اسلامیہ آلِ محمدؐ کو کا فر سمجھتی ہے؟ کیا مسلمان آلِ محمدؐ کو

کافر سمجھتے ہیں؟ اتنا دیکھنا ہے، اتنا پوچھنا ہے، اس طرح کی گفتگو کو اتنے نمایاں طریقے سے سامنے لانا کیا ملتِ اسلامیہ کو گوارا ہے، ہرگز کسی مسلمان کے لیے یہ امر برداشت کے قابل نہیں ہے کہ فاطمہؑ کے لال کو کوئی کافر کہے، محمدؐ کے نواسے کو کوئی کافر کہے، اور پھر قاتل کو حضرت اور رضی اللہ عنہ نام سے یاد کیا جائے، میں آپ کی طرف سے نہیں، بلکہ مسلمانوں کی طرف سے اپیل کرتا ہوں کہ مسئلے کو واقعی غور سے دیکھا جائے، کیا عناصر سرپرورش پارہے ہیں، اُن عناصر کو کس طرح نشر و اشاعت کے ذریعے پیش کیا جا رہا ہے، اگر زندہ باد اور مردہ باد کے نعروں کو دیکھ کر "اخبار جنگ" کے بائیکاٹ کے مطالبے کو دیکھ کر، ذمے دار عہدے دار یہ سمجھیں کہ قوم میں ایک جنون ہے، یہ جذبہ جنون نہیں، یہ خیال غلط ہے، اگر یہ سمجھا جائے کہ قوم نے غلط ردِ عمل سے کام لیا، تو یہ خیال غلط ہے، سمجھنے کی صرف اتنی کوشش ہے کہ واقعی کوئی مسلمان یہ سمجھتا ہے، میں سمجھا چکا۔ آپ کے جذبات بھی معلوم ہو گئے، ہم اُس منزل تک پہنچ گئے جہاں وہ باتیں جو صدرِ اول میں نہیں کہی گئی تھیں، نہیں۔ جو باتیں کر بلا کے میدان میں لشکرِ مخالف نے نہیں کہی تھیں یعنی جب حسینؑ نے پوچھا:

"اے فوجِ کوفہ و شام! مجھے کیوں قتل کرتے ہو،

تو قتل کرنے والوں نے یہ نہیں کہا تھا کہ آپ کافر ہیں، زمانے کا انقلاب دیکھیے، فکر کہاں تک پہنچ گئی ہے، قتل کرنے والوں نے کہا تھا چونکہ آپ نے بیعت نہیں کی اس لیے آپ کو قتل کیا جا رہا ہے۔ تو میرا معروضہ یہ ہے کہ آج "اخبار جنگ" میں ڈائری چھپے کہ پہلی محرم کو یہ ہوا، دوسری محرم کو یہ ہوا، تیسری محرم کو یہ ہوا اور چوتھی محرم کو یہ ہوا، پانچویں محرم کو یہ ہوا اور چھٹی محرم کے لیے یہ کہا جائے کہ حضرت عمرؓ سعد رضی اللہ (معاذ اللہ) کا لشکر کفار سے مقابلے کیلئے

کر بلا میں پہنچا۔۔۔ تو بہر حال واقعی طور اس کا ازالہ چاہیے اور یہ کام بار بار منبر کا نہیں ہے، بار بار بولنے والوں کا کام نہیں ہے، بلکہ جیسا کہ منور عباس صاحب نے فرمایا کہ کوئی ادارہ ہو تو آپ اپنے خط سے اطلاع دیں کہ یہ غلطی ہوئی ہے، اور اپنے عمل کو بتلائیں کہ ہم یہ عمل کرنے والے ہیں، اور یہ ایک ایسا مسئلہ ہے جس پر آپ سے زیادہ حکومت کو تشویش ہوگی، آپ سے زیادہ اب حکومت کو تشویش ہوگی، کیا عجیب بات لکھ دی گئی اور سب سے زیادہ شائع ہونے والا اردو اخبار "جنگ"۔۔۔ جس اخبار کو اپنی کثرت اشاعت پر ناز ہے، اُس اخبار میں یہ لکھا گیا، "جنگ" پر پابندی کیوں نہیں لگ سکتی، "ارشاد" اخبار پر پابندی اور "اخبار جنگ" میں دوسرے دن اس جملے کا شائع ہو جانا، ان دونوں باتوں پر حکومت غور فرمائے، اور اندازہ کرے کہ کہاں سے کہاں تک بات جاتی ہے، فرق دونوں میں کتنا ہے، یہ ایک ایسا اعلان ہے کہ جس پر اگر غور و فکر ہو تو بہتر ہے کل صبح میری نوٹس محرم کی تقریر ہے، ظاہر ہے اس تقریر میں قوم کے فیصلے سامنے رہیں گے، اور اندازہ کیا جائے گا کہ کیا کرنا چاہیے، میں جہاں تک سمجھتا ہوں میری تقریر کے دوران ہی میں منور عباس صاحب کو واپس آ جانا چاہیے، اور یہ بتلانا چاہیے کہ محترم ڈپٹی کمشنر صاحب نے کیا طے کیا؟ ڈی آئی جی صاحب نے کیا طے کیا؟ اور ارشد صاحب نے کیا طے کیا، اور ایس پی اسپیشل برانچ نے کیا طے کیا، وہ حضرات جو محکمہ انٹیلیجنس سے ذمے دار ہیں وہ ہم کو بتلائیں کہ کیا طے کیا گیا ہے، میری آواز اُس خیمے تک پہنچ رہی ہے اور منور عباس صاحب سے یقیناً گفتگو ہو رہی ہوگی،۔۔۔

اس مسئلے میں قوم ہماری غیر منظم نہیں ہے، ہم کو اس ایکشن کا انتظار ہے، لیکن جیسا کہ آپ نے اظہار کیا۔۔۔ (نعرے، جنگ اخبار کے خلاف ہزاروں

آوازیں بلند ہو رہی ہیں، اور اب علامہ رشید ترائی کہتے ہیں: (۔)
اگر آپ اس اخبار کو نہیں خریدنا اور پڑھنا چاہتے تو اور اخبار موجود ہیں

آپ اس اخبار پر لعنت بھیجیے۔

اس کے سوا اور کچھ نہیں!۔

نہ پڑھیں جنگ اخبار نہ پڑھیں!۔

(بے پناہ شور کی آوازیں بلند ہیں۔)

کسی اخبار کی سب سے بڑی توہین یہ ہے کہ کوئی بھی کثیر تعداد یہ طے کر لے کہ ہم اس اخبار کو نہیں پڑھیں گے تو خود بہ خود اندازہ ہو جاتا ہے کہ مضامین کو لکھتے وقت اور مضامین کو شائع کرتے وقت اس کو کس قدر جانچنے کی ضرورت ہے، اب گفتگو یہاں تک ہوگئی ہم کل صبح پھر گفتگو کریں گے، کل مجھ میں اتنی ہمت اور قوت آجاتے گی کہ میں آپ کی نمائندگی کا حق ادا کر سکوں،!۔

اب جس عنوان پر گفتگو ہو رہی تھی، دو چار باتیں کرنا چاہتا ہوں بڑے کام کی، اور وہ یہ کہ پیغمبر اسلام نے ارشاد فرمایا کہ **جَوَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ** کہے اس کو کافر نہ کہنا، یہ حدیث صحیح ہے، **جَوَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ** کہے اس کو کافر نہ کہنا، اور کر بلا کے ظلم کرنے والوں سے کہیں زیادہ اس تَصَوُّو کو پیش کرنے والا ظالم ہے، جو نہاتے **جَوَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ** کو کافر کہے۔ اب فکر آگے بڑھ گئی، کسی شخص کے اپنے جذبات کے اظہار کی بنا پر کیا آلِ محمدؐ کے دامن پر کوئی داغ آسکتا ہے، کیا صاحبانِ تطہیر کے لباس پر کوئی داغ آسکتا ہے؟ عجیب بات یہ ہے کہ ہر کافر اپنے آئینے میں اپنی صورت دیکھ رہا ہے۔ حسین بہت بلند ہیں، حسین تک وہم نہیں جاسکتا، خیال نہیں جاسکتا، شعور نہیں جاسکتا، عقل نہیں جاسکتی اور وہ کافر اپنے آئینے میں صورت دیکھ رہا ہے،

اُس زنگ آلودہ آئینے میں، اُس کدورت بھرے آئینے میں، اُس ٹوٹے ہوئے آئینے میں، اُس کفر و شرک و بدعت و نجاست و ولادت کے آئینے میں، اُس نے اپنے آئینے میں اپنی صورت دیکھی ہے، اور جب اُس نے اپنی صورت دیکھی تو اُس کو پتہ چلا کہ اُس کی ولادت میں نجاست تھی، ————— “اُس نے اپنی نجاست کا اعلان کر دیا، — میرے الفاظ پر غور کیجیے، یہ معصوم کا ارشاد ہے :

معصوم نے ارشاد فرمایا: — اور اس کو ”صحیح مسلم“ نے لکھا ہے —
 — یا علی! تیرا دوست مومن ہے، تیرا دشمن منافق ہے، اور اسی دوستی اور دشمنی پر تقسیم ہے جنت کی اور جہنم کی، — “ حضرت امام علی رضا علیہ السلام سے مامون رشید نے پوچھا — یہ قیامت کے دن علیؑ کو قسیم جنت و النار کیوں کہا گیا؟ فرمایا: گھبرانے کی کیا بات ہے، تمہارے علماء اس حدیث کو نقل کیا ہے، آپ کی دوستی ایمان اور آپ کا دشمن کفر و نفاق پر ہے، جہاں کفر ہے وہاں جہنم ہے، جہاں دوستی ہے، وہاں جنت ہوگی۔ “ اور یہ سلسلہ قیامت تک جائے گا —

میں سمجھتا ہوں کہ ضرورت تھی، کہیں سے کسی طرف سے ایک ایسی آواز کی ہم کو ضرورت تھی، اس لیے کہ ہم تلاش میں تھے کہ کافر کون ہے، منافق کون ہے — ہم منافق کو بھول گئے تھے، ہم یہ بھول گئے تھے کہ مسلمانوں ہی میں منافق ہیں، ہم نے نظر انداز کر دیا تھا، زمانہ کبھی کبھی اس طرح کی آوازوں کو بلند کر دیتا ہے، کانوں تک اس آواز کا آنا ضروری ہے تاکہ میثاق کو نہ بھولو، حق کو فراموش نہ کرو، ہمیں حق کو اب پہچانو — دشمنیاں ابھی ختم نہیں ہوئی ہیں، کربلا اسی لیے تو زندہ ہے، یہ جو آپ پوچھتے ہیں یہ مجلسیں کیوں ہیں — ارے یہ کربلا اسی لیے تو زندہ ہے کہ ابھی یزید ہے، ابھی یزید زندہ ہے —

مولانا روم کہتے ہیں :-

اک حسینی نیست گرد شہید

ورنہ بیاد اندر عالم یزید

ڈاکٹر اقبال نے کہا :-

موسٰی و فرعون و شبیر و یزید

اس درقوت از حیات آمد پدید

حیات سے ہمیشہ دو طاقتیں ابھرتی رہیں گی، موسیٰ اور فرعون آتے رہیں گے، شبیر اور یزید آتے رہیں گے، اس دور میں بھی کسی کی ضرورت تھی نہ، تعارف اُس نے خود "اخبار جنگ" کے ذریعے سے کروادیا، آپ نے دیکھا کہ کفر کی دنیا میں بھی ایکشن نہیں ہوتا، کفر کی دنیا میں بھی انسان اپنا تعارف خود کرواتا ہے کہ مجھے پہچانو، جیسے ایمان کی دنیا میں انسان اپنا تعارف خود کرواتا ہے کہ ہم کو پہچانو۔ کچھ باتیں آپ کے گوش گزار ہو گئیں، ایسی تحریک کا آنا اس لیے بھی ضروری تھا کہ ہمارے وہ بچے جو ابھی جوان ہوئے ہیں وہ یہ سمجھتے تھے کہ سارا عالم اسلام سب ایک طرح ہے، ہمارے نوجوانوں کو یقین ہو گیا تھا کہ شاید سارے مسلمان واقعی حُبِ اہل بیت ہیں، نہیں میں نے بار بار کہا ہے کہ حنفی، مالکی، حنبلی، شافعی اور جعفری یہ مکاتب فقہی ہیں، یہ عبادت کے طریقوں کے نام ہیں، اسلام کے دو ہی فرقے ہیں، یا آلِ محمدؐ کا دوست ہے یا آلِ محمدؐ کا دشمن ہے۔

آٹھویں محرم ہے —

آج ہم اُس کی یاد میں یہاں جمع ہیں جس کی یاد نے ہمارے دلوں شجاعت ڈال دی ہے — یا علیؑ ہیں — یا عباسؑ ہیں — "دو شیر ہیں" — علم ہے علیؑ کا، جو رسولؐ نے علیؑ کو بدر میں دیا تھا، اُحد میں دیا، خندق میں دیا

<http://fb.com/ranajabirabbas>

اُس کے بعد ————— عبداللہ ابن عمرؓ عاص نے پوچھا، اِس حدیث کے

معنی کیا ہیں — ؟

عمارؓ یا سرنے کہا، تم اِس علم کو دیکھ رہے ہو، — ؟ اِس علم کے نیچے ہم تم سے اور تمہارے بزرگوں سے لڑے، اِسی علم کے نیچے ہم تمہارے بزرگوں سے اُحد میں لڑے، خندق میں لڑے، — تنزیل پر ہم لڑ رہے تھے تمہارے بزرگوں سے — !

اب اِس علم کے نیچے ہم لڑ رہے ہیں تم سے تاویل پر — اور اِسی علم کے نیچے ہم تم سے لڑتے رہیں گے قیامت تک، — اور صفین سے یہ علم کربلا میں آیا، اور اب وہی علم ہے — وہی پھر یہاں ہے — اور مقابل میں مسلمانوں کا منافق گروہ ہے، ہم عباس کے علم کے ساتھ ہیں، وہی علم، حق علم آج بھی بلند ہے، جہاں ماضی کا غبار نہیں جاسکتا — وہ علم کربلا میں تھا — فرات کے کنارے وہ علم خون میں بھر گیا، پھر عباسؓ گھوڑے سے گرے، — حسینؓ نے عباسؓ کی لاش کو فرات کے کنارے چھوڑ دیا، لیکن علم کو اٹھا کر لے آئے، عابد ہمار علم کو لیکر نہ آئے اور بشیر پکارتا چلا: مدینہ والو! حسین قتل کر دیے گئے، اے اہل مدینہ! اب مدینہ رہنے کے قابل نہیں رہا، بشیر بیان کرتا ہے — میں نے دیکھا مجمع میں سب سے پیچھے ایک ضعیف بی بی، چھوٹے سے بچے کا ہاتھ تھامے بڑی حسرت سے میرا منہ دیکھ رہی ہے، — جیسے جیسے میں اعلان کرتا جاتا وہ پتہ ہلکتا جاتا — جب میں قریب پہنچا — اُس بچے نے اپنا ہاتھ اُس بی بی سے چھڑایا اور تیزی سے میری طرف آیا — میں ڈر گیا کہ کہیں مجمع اِس بچے کو کچل نہ دے — میں اپنی سواری سے اُتر پڑا — میں کو دپڑا —

میں نے دوڑ کر بچے کو گود میں اٹھالیا اور میں نے پوچھا: شہزادے! پریشان
کیوں ہو، کیا بات ہے؟ اُس بچے نے میری صورت دیکھی اور کہا —
— کیا — بابا آگئے؟ — بابا آگئے؟ — بشیر کہتا
ہے میں نے پوچھا: تمہارے بابا کا کیا نام ہے؟ — بچے نے کہا —
— عباس — عباس —



مجلسِ نہم

”قیامت اور قرآن“

- ۱۔ ایمان نہ رکھنے والے قیامت میں اندھے محسوس ہوں گے۔
- ۲۔ اکثریت بے عقل ہوتی ہے۔
- ۳۔ شیطان قیامت میں کہے گا اللہ کا وعدہ سچا ہے اور میرا وعدہ جھوٹا تھا۔
- ۴۔ آلِ محمدؐ کے علاوہ کسی نے یہ دعویٰ نہیں کیا کہ ہم قیامت میں اپنے دوستوں کو بچالیں گے۔
- ۵۔ اللہ نے حضرت علیؑ کا چودہ مرتبہ امتحان لیا۔
- ۶۔ غالب نے حضرت علیؑ کی مدح نہایت شان سے کی ہے۔
- ۷۔ جناب سکینہ سے حضرت امام حسین علیہ السلام کی رخصت۔

۹ محرم ۱۹۶۸ء

نشر پارک - کراچی

مجلس نہم

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ "لَا أُقْسِمُ بِيَوْمِ الْقِيَمَةِ ۖ
وَلَا أُقْسِمُ بِالنَّفْسِ اللَّوَّامَةِ ۝" (سُورَةُ قِيَامَتِ آیت ۱-۲)

(۶)

”قیامت اور قرآن“ کے عنوان سے یہ نویں تقریر آپ سماعت فرما رہے ہیں سورۃ قیامت کلام مجید کا پچھتر واں سورہ ہے جس میں مسلسل گفتگو کے باوجود ہم نہ اپنا حق ادا کر سکے اور نہ قیامت تک اس سورے کا حق ادا ہو سکتا ہے، اسی اعتبار سے گیارہ محرم سے جن تقریروں کا اعلان کیا گیا مرکزی امام باڑے میں ”ولایت محمدی“ کے عنوان سے اسی سلسلے پر گفتگو مقصود ہے۔ آج جس چیز کو واضح کرنا ہے اس سلسلے میں وہ یہ ہے، سلسلہ حیات میں ہی ایک منزل ہے جہاں قیام مطلق ہے اور اس کے بعد سارے عالم کا فنا ہو جانا ہے، پھر اللہ کی بارگاہ میں قیام کرنا ہے، جہاں ساری انسانیت جمع ہوگی اور ساری انسانیت کو اس دن اپنی جوابدہی کرنا ہوگی۔ ایسے موقع پر ہمیشہ یاد رکھیے ایک سلسلہ حیات سے متعلق ہے قیامت، یعنی ایک عمل کی منزل ہے، کچھ خواب ہے، کچھ بیداری ہے، اس اعتبار سے عمل کی منزل کو اس طرح سے گزرنا چاہیے کہ اس خواب کے بعد وہ بیداری ساعت عمل سے متصل ہو جائے۔ یاد رکھیے :-

”وَمَنْ كَانَ فِي هَذِهِ أَعْمَىٰ فَهُوَ فِي الْآخِرَةِ أَعْمَىٰ“
(سُورَةُ بَنِي إِسْرَآءِلِ آیت ۸۷)

وہ یہ نہ سمجھے کہ دنیا میں اندھا ہے، آخرت میں آنکھیں آجائیں گی، نہیں، اندھا ہونا آنکھوں کی بصارت کو کھونا نہیں ہے، بلکہ دل کی بصیرت کو کھودینا ہے:

”فَإِنَّهَا لَا تَعْمَى الْأَبْصَارُ وَلَكِنْ تَعْمَى الْقُلُوبُ الَّتِي فِي

الصُّدُورِ ه“ (سورہ حج آیت ۲۶)

”آنکھیں اندھی نہیں ہوتی ہیں بلکہ سینوں میں دل اندھے ہو جاتے ہیں۔“

اور سورہ طہ میں ارشاد ہوا:-

”وَمَنْ أَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِي فَإِنَّ لَهُ مَعِيشَةً ضَنْكًا
وَنَحْشُرُهُ يَوْمَ الْقِيَمَةِ أَعْمَى ه“ (سورہ طہ آیت ۱۳)

”جو ہمارے ذکر سے اعراض کرے تو اس کی معیشت تنگی میں ہوگی اور

ہم اُس کو قیامت کے دن اندھا محسوس کر دیں گے۔“

اس لیے کہ دنیا میں وہ ہمارے ذکر سے روگردانی کر رہا تھا، منعم پھیر رہا تھا۔

اور وہ کہے گا۔

”قَالَ رَبِّ لِمَ حَشَرْتَنِيْٓ اَعْمٰی وَقَدْ كُنْتُ بَصِيْرًا ه“

”پور دگا میں دنیا میں تو آنکھیں رکھتا تھا اب مجھے

قیامت میں اندھا کیوں محسوس کیا گیا ہے۔“

آواز آئے گی:-

قَالَ كَذَلِكَ اَتَتْكَ اٰیٰتُنَا فَنَسِیْتُهَا وَكَذٰلِكَ

الْیَوْمَ تُنْسٰی ه“ (سورہ طہ آیت ۱۲۶)

”ہماری نشانیاں تجھ تک پہنچیں تھیں لیکن دنیا میں تو نے نظر انداز کر دیا

اس لیے آخرت میں تجھ کو نظر انداز کر دیا گیا۔“

اس طرح سلسلہ عمل سے متصل ہے قیامت، اور کب سے متصل ہے۔ گفتگو یہاں

سے شروع ہوتی ہے۔ "سورہ ص" میں رسول کو حکم ہوتا ہے کہ رسولؐ!۔
 "قُلْ هُوَ نَبُوٌّ عَظِيمٌ" (سورہ ص آیت ۶۷)

"وہ ایک بڑی خبر ہے، وہ نباِ عظیم ہے، وہ قیامت ہے۔"
 اَنْتُمْ عَنْهُ مُعْرِضُونَ (سورہ ص آیت ۶۷)

تم قیامت سے منحہ موڑتے ہو، وہ تو ایک بڑی خبر ہے، (ارشاد فرماتے ہیں پیغمبرؐ میں تو وہاں موجود نہیں تھا۔)

(سورہ ص آیت ۶۷)

مَا كَانَ لِي مِنْ عِلْمٍ بِالْمَلَأِ الْأَعْلَىٰ إِذْ يَخْتَصِمُونَ
 "جب کہ ملائکہِ الاعلیٰ میں جھگڑا ہو رہا تھا۔"

إِنِّي نُوحِي إِلَيْكَ إِلَّا أَنَا نَذِيرٌ مُّبِينٌ (سورہ ص آیت ۶۷)

یہ تو مجھ پر وحی کی گئی ہے کہ وہاں کیا گزری، وہ جھگڑا کیا تھا۔۔۔؟

إِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلِكَةِ إِنِّي خَالِقٌ بَشَرًا مِّنْ طِينٍ (ص ۶۷)

یاد کرو اس وقت کو جب رب نے کہا ملائکہ سے کہ میں مٹی سے ایک بشر کو پیدا کرنا چاہتا ہے۔

فَإِذَا سَوَّيْتُهُ وَنَفَخْتُ فِيهِ مِنْ رُّوحِي فَقَعُوا لَهُ

سُجَّدِينَ (سورہ ص آیت ۷۲)

جب میں اس کو درست کر لوں اور اُس میں اپنی روح پھونک دوں، تو اُس کو

سجدہ کرنا۔

فَسَجَدَ الْمَلِكَةُ كُلُّهُمْ أَجْمَعُونَ (سورہ ص آیت ۷۲)

"پس سارے ملائکہ نے سجدہ کیا۔"

إِلَّا إِبْلِيسَ اسْتَكْبَرَ وَكَانَ مِنَ الْكَافِرِينَ (سورہ ص آیت ۷۲)

سوا ابلیس کے۔ اس نے استکبار کیا اور کفر کرنے والوں میں سے تھا۔

قَالَ يَا بَلِيسُ مَا مَنَعَكَ اَنْ تَسْجُدَ لِمَا خَلَقْتُ بِيَدِي ط
 اَسْتَكْبَرْتَ اَمْ كُنْتَ مِنَ الْعَالِينَ ۝ (سورہ ص ۳۸ آیت ۷۵)
 ”پوچھا گیا اے ابلیس! کس چیز نے تجھ کو منع کیا؟ جس کو میں نے اپنے دونوں ہاتھوں
 سے بنایا تھا تو نے سجدہ کیوں نہیں کیا، کیا تو نے تکبر کیا یا تو بلند مرتبہ والوں میں سے تھا؟
 قَالَ اَنَا خَيْرٌ مِنْهُ ط خَلَقْتَنِي مِنْ نَّارٍ وَخَلَقْتَهُ مِنْ طِينٍ ۝ (مکآ آیت ۱۵)
 ”اُس نے کہا، تو نے مجھے آگ سے پیدا کیا اور اُسے مٹی سے پیدا کیا، میں اُس سے بہتر ہوں۔“
 قَالَ فَاخْرُجْ مِنْهَا فَاِنَّكَ رَجِيْمٌ ۝ (سورہ ص ۳۸ آیت ۷۶)
 ”آواز آئی نکل جا یہاں سے تو یقینی طور پر مردود ہے۔“
 وَ اِنَّ عَلَيْكَ لَعْنَتِي اِلَى يَوْمِ الدِّينِ ۝ (سورہ ص ۳۸ آیت ۷۷)
 ”اور یقیناً تجھ پر میری لعنت ہے قیامت تک۔“
 قَالَ رَبِّ فَاَنْظِرْنِي اِلَى يَوْمٍ يُبْعَثُونَ ۝ (سورہ ص ۳۸ آیت ۷۹)
 ”اُس نے کہا مجھے قیامت تک تو مہلت دیدے۔“
 قَالَ فَاِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِينَ ۝ (سورہ ص ۳۸ آیت ۸۱)
 ”فرمایا، اچھا ہم نے تجھے مہلت دی۔“
 اِلَى يَوْمِ الْوَقْتِ الْمَعْلُومِ ۝ (سورہ ص ۳۸ آیت ۸۱)
 ”یہ مہلت ہم نے تجھے وقت معلوم تک کی دی ہے۔“
 قَالَ فَبِعِزَّتِكَ لَا اُعْوِيْنَهُمْ اَجْمَعِينَ ۝ (سورہ ص ۳۸ آیت ۸۲)
 ”اُس نے کہا، تیری عزت کی قسم میں سب کو بہکاؤں گا۔“
 اِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمْ الْمُخْلِصِينَ ۝ (سورہ ص ۳۸ آیت ۸۳)
 ”تیرے مخلص بندوں کو میں بہکا نہیں سکوں گا۔“
 یہ سب نبیاً عظیم کی بحث میں باتیں آرہی ہیں، — نالک کائنات نے

ارشاد فرمایا :-

”إِنَّ عِبَادِي لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطٰنٌ ۝“ (سُورَةُ هٰجِرَةِ آیت ۲۲)

”بلاشبہ میرے بندوں پر تجھے کوئی اختیار نہیں ہے۔“

ابلیس نے کہا کہ پروردگار اب تو میرا پروگرام بھی تو اُس نے کہ میں کیا کرنے والا ہوں۔

لَا تَعْدَنَّ لَهُمْ صِرَاطَ الْمُسْتَقِیْمِ ۝ (سُورَةُ اَعْرَافِ آیت ۱۶)

”میں تیرے صراطِ مستقیم پر ضرور جا کر بیٹھوں گا۔“ جب تو نے بہت دی ہے تو

مسجدوں میں بھی نظر آؤں گا، عبادت گاہوں میں بھی نظر آؤں گا، اُس منزل پر بھی

جاؤں گا جہاں دنیا سمجھتی ہے کہ شیطان نہیں آ سکتا، تیرے سیدھے راستے پر

بیٹھوں گا۔“

”ثُمَّ لَا تَبِیْئُهُمْ مِّنْ بَيْنِ اَیْدِیْهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ وَعَنْ

اَیْمَانِهِمْ وَعَنْ شَمَائِلِهِمْ وَلَا تَجِدُ اَكْثَرَهُمْ

شٰكِرِیْنَ ۝“ (سُورَةُ اَعْرَافِ آیت ۱۷)

”میں اُن پر حملہ کروں گا آگے سے، پیچھے سے اور اُن کے دائیں سے اور

اُن کے بائیں سے ہر طرف سے اُن کو بہکاؤں گا اُن کو چاروں طرف سے گھیر لوں گا

یہاں تک کہ وہ میرے ہو جائیں۔“

وَلَا تَجِدُ اَكْثَرَهُمْ شٰكِرِیْنَ ۝ (سُورَةُ اَعْرَافِ آیت ۱۸)

”نتیجہ یہ ہوگا کہ تو اپنے بندوں کی اکثریت کو شکر گزار نہیں پائے گا“ علیٰ شیطانی

کا انجام، کہ اکثریت شکر گزار نہیں رہے گی۔!

ذاتِ واجب نے یہ اعلان نہیں کیا کہ اکثریت میرے ساتھ ہوگی، ذاتِ واجب نے

اُس کی ضدیں یہ نہیں کہا کہ نہیں اکثریت تو میرے ساتھ ہے، بلکہ اُس نے کہا:

”قَلِیْلٌ مِّنْ عِبَادِی الشَّكُوْرُ ۝“ (سُورَةُ سَبَا آیت ۱۳)

”بہت کم، قلیل بندے میرے شکر گزار ہوں گے۔“

مجھے اکثریت کی پروا نہیں ہے، اس لیے کہ:

" أَكْثَرُهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ " (سورہ بقرہ آیت ۱۷۱)

" اکثریت بے ایمان ہے "

" أَكْثَرُهُمُ الْفَاسِقُونَ " (سورہ آل عمران آیت ۱۱۰)

" اکثریت برکار ہے، فاسق ہے "

" أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُونَ " (سورہ مادہ آیت ۱۰۳)

" اکثریت بے عقل ہے - "

" أَكْثَرُهُمُ الْكَافِرُونَ " (سورہ آیت ۱۶۲)

" اکثریت کافر ہے - "

شیطان کو مہلت دی گئی، اُس نے کہا کہ اکثریت کو بہکاؤں گا، ذاتِ واجب نے فرمایا

ہاں، اکثریت شکر گزار نہیں ہے، جا اب توبہ بھی کر لے۔ ارشاد ہوا:-

" وَاسْتَفْزِزْ مَنِ اسْتَطَعْتَ مِنْهُمْ بِصَوْتِكَ وَأَجْلِبْ عَلَيْهِمُ بِخَيْلِكَ وَرَجِلِكَ وَشَارِكْهُمْ فِي الْأَمْوَالِ وَالْأَوْلَادِ وَعِدْهُمْ وَمَا يَعِدُهُمُ الشَّيْطَانُ إِلَّا غُرُورًا " (سورہ بنی اسرائیل آیت ۶۴)

ہم اجازت دیتے ہیں، اپنی آواز سے جس کو مٹانا چاہے مٹا دے، جس کو بہکانا چاہے بہکا لے، اُن کو جذب کر لے، اپنے پیادوں کو لے کر اور لشکروں کو لے جا کر، اور اُن سے وعدے کر، اور شیطان نہیں وعدہ کر لگا کر جھوٹا۔

" لَا حَتَّٰنَ لَكَ ذَرْبُ يَهُدَىٰ إِلَّا وَفِيلًا " (سورہ بنی اسرائیل آیت ۶۳)

" اب ذریتِ آدم کو تباہ کر دوں گا چند انسان نکال جائیں گے۔ "

ذرا اس پر غور کیجیے آدم کو سجدہ نہیں کیا، ناراض آدم ہے، غصہ نکلتا ہے ذریتِ آدم

غصہ نکلتا ہے اولادِ آدم پر کہ ان کو بہکاوں گا، آدم کی پوری ذریت کو تباہ کر دوں گا، توجہ بھی کہیں عداوت کی آگ بھڑکتی ہے بدلہ ذریت سے لیا جاتا ہے۔ غصہ اولاد پر ہوتا ہے، اولاد سے انتقام لیا جاتا ہے۔ آواز آئی جاؤ۔۔۔۔۔
 " اِنَّ عِبَادِيْ لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطٰنٌ (سورہ بنی اسرائیل آیت ۶۵)
 " لیکن میری عبدیتِ مطلقہ میں جو بندے ہیں اُن پر تیرا اقتدار نہیں ہے۔ "

وہ ان تمام منازل کو طے کرتے ہوئے چلا، اور اب آئی قیامت
 "۔۔۔۔۔" وَقَالَ الشَّيْطٰنُ لَمَّا قُضِيَ الْاَمْرُ اِنَّ اللّٰهَ وَعَدَكُمْ وَعَدَ الْحَقِّ وَعَدْتُكُمْ فَاَخْلَفْتُكُمْ
 " اور شیطان نے آواز دی جب امر پورا ہو گیا، (سورہ ابراہیم آیت ۲۲)
 فیصلہ ہو گیا، اب شیطان نے آواز دی اللہ کا وعدہ سچا ہے، اور جو میں نے وعدہ کیا تھا وہ جھوٹا ہے۔ "

آج نہیں — شیطان یہ سب قیامت میں کہے گا۔۔۔۔۔ مگر قرآن نے قیامت کی آواز کو سن کر یہاں چونکا دیا۔۔۔۔۔

فَلَا تَلُوْا مُوْنِيْ وَتُؤْمُوْا اَنْفُسَكُمْ (سورہ ابراہیم آیت ۲۲)
 " مجھے ملامت نہ کرو اپنے نفسوں کو ملامت کرو۔
 مَا اَنَا بِمُصْرِخِكُمْ وَمَا اَنْتُمْ بِمُصْرِخِيْ (سورہ ابراہیم آیت ۲۲)
 " آج نہ میں تمہارا مددگار ہوں اور نہ تم میرے مددگار ہو۔ "

آج شیطان تنہا ہو گیا، آج اُس نے اپنے تمام ساتھیوں کو جواب دے دیا کہ آج میں تمہارا ساتھی نہیں ہوں۔

" لَمَّا رَاَوْا الْعَذَابَ ج " (سورہ یونس آیت ۱۰)

" جب عذاب کو دیکھیں گے "

بدل جاتی ہے وہاں ظلم آجاتا ہے، اسی لیے بخاری کو یہ کہنا پڑا، اللہ کی بارگاہ میں سب سے پہلے علیؑ فریاد کے لیے آئیں گے کہ مجھ سے یہ دشمنی کی گئی، — ! گفتگو اس منزل پر پہنچی، اب توجہ فرمائیں، نہروان کی جنگ ختم ہوئی، امیر المومنین کو فے پہنچے، یہودیوں کا سردار آیا راس الجالوت، اُس نے کہا یا علیؑ کچھ باتیں پوچھنی ہیں۔ اور وہ یہ کہ آج آپ زندگی کے اُس موقف پر کھڑے ہوئے ہیں۔۔۔۔۔

نوٹ محترم کی میری تقریر محفوظ کیجیے، میں اہم ترین گفتگو کرتا ہوں اس دن میرے پاس وقت ہے اور مجھے معلوم ہے یہاں سے کس وقت جلوس برآمد ہوگا۔ اس لیے ضروری ہے کچھ اہم باتیں سمجھاؤں —

راس الجالوت نے امیر المومنین سے کہا کہ آج آپ ایسے موقف پر ہیں کہ ہم آپ کو ایسے ہزاروں انسانوں کو قتل کرتے دیکھ رہے ہیں، نہروان کی لڑائی، ہزاروں آئے اور صرف نو بچے۔ جمل، صفین، علیؑ کس سے لڑ رہے تھے، یہ بدر، اُحد، خندق اور خیبر نہیں ہے، علیؑ مسلمانوں کو قتل کر رہے تھے اس کے باوجود علیؑ کرم اللہ وجہہ ہیں، اور قیامت تک کرم اللہ وجہہ رہیں گے، کوئی علیؑ کی جگہ پر اس طرح سے قیام کرے اور چار مسلمان بھی اُس کے ہاتھ سے قتل ہو جائیں، اس کا کیا موقف ہوگا، جمل، صفین، نہروان، — راس الجالوت نے گھبرا کر کہا، آپ ایسے موقف پر ہیں جہاں کسی کی مجال نہیں ہے جو آپ کے عمل پر نکتہ چینی کرے، اس لیے کہ آپ کا علم، آپ کا تقدس، آپ کی عبادت، آپ کے عدالت کی قوت یہ بتلا رہی ہے کہ آپ جو کچھ کر رہے ہیں وہ حق کر رہے ہیں۔

آپؑ نے پوچھا، راس الجالوت! تو کیا پوچھنا چاہتا ہے؟ تو یہ پوچھنا چاہتا ہے

کہ میں یہ بتاؤں کہ میں نے علم کی کیا خدمت کی ہے، سُن اے راس الجالوت، سُن! اللہ ہر نبی اور نبی کے وصی کا امتحان لیتا ہے، اللہ نے میرا امتحان چودہ مرتبہ لیا، ہم نے نبی کی زندگی میں سات امتحان دیے، اور وفاتِ نبی کے بعد بھی سات امتحان دیے، ہر منزل پر میں بفضلِ الہی صابر رہا اور کامیاب رہا یہ علی ہیں، یقین کی منزل آپ نے دیکھی، یہ علی ہیں جو انیسویں ماہ رمضان کی صبح قبلہ رو ہو کر کہہ رہے تھے، پروردگار قیامت کے دن تیرے انبیاء و اولیاء اور ملائکہ تیرے سامنے کھڑے ہوں تو، تو گواہی دینا کہ علیؑ نے تیری عبادت میں کوتاہی نہیں کی، یہ مقامِ علویہ ہے۔

راس الجالوت نے کہا، اے سید و سرور! میں اُن امتحان کے مقامات کو سُن سکتا ہوں؟ آپ نے فرمایا: سُن، نبیؐ نے آواز بلند کی اِنی رُسُولُ اللہؐ میں کس نے تھا اور بڑے عمر رسیدہ وہاں موجود تھے اور کوئی رسولؐ کی آواز پر لبیک کہنے کے لیے تیار نہیں تھا، قدرت نے میرے بچپن میں میرا پہلا امتحان لیا فطرتِ علویہ بیدار ہے کہ نہیں، میں نے اُسی وقت کھڑے ہو کر کہا: اللہ کے رسولؐ! میں ان کی طرح نہیں ہوں، میں آپ کی مدد کروں گا، میرا امتحان ہوا۔ سب ہنستے چلے اور لوگوں نے مجھے غصے سے دیکھا اور میری کسنی کو دیکھ کر سب نے کہا، یہ بچہ کیا کہتا ہے؟ لیکن میں نے کسی کی پروا نہیں کی اور نہ میرے دل میں ڈر پیدا ہوا، معلوم تھا مجھے کہ میں حق کے ساتھ ہوں اور حق میرے ساتھ ہے، پہلا امتحان، عیسیٰ کی زبان کے چلے ہیں، میں روایت کو نقل کر رہا ہوں۔ محمد ابن بابویہ قتی شیخ صدوقؒ سے، اور کتاب کا نام ہے "خصالِ صدوق" علیؑ نے فرمایا میرا دوسرا امتحان اُس دن ہوا جب کچھ لوگ جان بچانے کے لیے مدینہ جانا چاہتے تھے اور کچھ لوگ دولت کی حفاظت کے لیے گھر سے باہر نہ نکلتا چاہتے تھے، ایسے

میں ستر قبائل کے سرداروں نے رسولؐ کو قتل کرنے کا عزم کیا، رسولؐ میرے پاس آئے اور مسکرا کر مجھ سے کہنے لگے کہ تم کیا اس بات کے لیے تیار ہو کہ تم کو میرے لیے قتل کر دیا جائے؟ یہ عشی کے الفاظ ہیں، اللہ کے رسولؐ! میں تو تیار ہوں، رسولؐ نے کہا پھر یا علیؑ! میرے بستر پر سو جاؤ، یہ دوسرا امتحان، — (آپ کا ذہن یہ کام کرتا رہے کہ اگر ان مقامات پر علیؑ نہ ہوتے تو کیا ہوتا) دعوتِ ذوالعشرہ — عشیؑ نہ ہوتے تو کیا ہوتا، ہجرت کی رات، علیؑ نہ ہوتے تو کیا ہوتا، بستر پر نہ سوتے تو کیا ہوتا؟ علیؑ کہتے ہیں میں رسولؐ کے بستر پر سو گیا، "خصالِ صدوق" کے الفاظ یہ ہیں "جب انھوں نے اس بات کو جان لیا کہ یہ تو علیؑ ہیں تو انھوں نے مجھ پر تلواریں کھینچ لیں، اور مجھے قتل کرنا چاہا، مگر بستر پر میرے ساتھ میری تلوار تھی، میں نے تلوار لے کر اپنے آپ کو جھونک دیا وہ سب یہ دیکھ کر بھاگے کہ ہم علیؑ کے ہاتھوں کہیں قتل نہ ہو جائیں، ہماری جانیں پائے اقدس امیر المومنینؑ پر قربان، ارشاد فرماتے ہیں، تیسرا امتحان اُس دن لیا گیا جب کفارِ قریش پکار کر کہہ رہے تھے کہ جن کا نام و نسب ہم کو معلوم نہیں ہے اُن کو میدان میں نہ بھیجنا ہم اُن سے لڑیں گے جن کا نام و نسب ہم جانتے ہیں، وہ ہم تھے جن کے نام و نسب سے دنیا واقف تھی، یہ جنگِ بدر اللہ نے امتحان لیا اور ہم کامیاب ہوئے، اور اب فرماتے ہیں جو امتحان اُحد کے دن لیا گیا اس سے بھی زیادہ سخت تھا۔ دنیا آواز دے رہی تھی کہ رسولؐ قتل ہو گئے اور میں سات ستر علبرداروں کو قتل کر چکا تھا، ستر زخم میرے جسم پر آچکے تھے، میری کہنیوں سے لہو ٹپک رہا تھا اور میں تلوار جلاتا جاتا تھا اور رسولؐ کو مڑ کے دیکھتا جاتا تھا اور رسولؐ کہتے جاتے تھے پریشان نہ ہونا اَنْتَ مَتِّیْ وَاَنَا مِنْکَ۔ شیخِ صدوقؒ لکھتے ہیں، کوئے کی مسجد بھری ہوئی تھی، راس الجاوت

پوچھتا جاتا تھا اور علیؑ یہ سب بیان کرتے جاتے تھے اور سب سے مُڑ مُڑ کر پوچھتے جاتے تھے تم گواہ ہو نہ —! سب کہتے تھے مولا ہم گواہ ہیں۔

فرماتے ہیں، میرا پانچواں امتحان جنگِ احزاب کے دن لیا گیا جب چاروں طرف سے سپاہی آرہے تھے اور مسلمانوں کا لشکر گھر گیا تھا، اور ایسے موقع پر عمرو ابن عبدود نے آواز دی کہ لشکرِ محمدؐ سے کوئی نکلے اور میرا مقابلہ کرے، سب مسلمانوں نے کہا یہ تو بہت بڑا پہلوان ہے، اس کے مقابلے پر کون جاتے۔ ایسے موقع پر میں نے کھڑے ہو کر کہا: اَنَالَهُ، يَا رَسُولَ اللَّهِ... میں جاؤں گا۔ اور میں نے عمرو ابن عبدود کے سر کو کاٹا اور جب میں چلا ہوں تو دنیا مجھے اس طرح سے دیکھ رہی تھی جیسے عید کے چاند کو دیکھتے ہیں، کیا ایسا نہیں ہے؟ سب نے کہا، ہاں —!

پھر میرا چھٹا امتحان خیبر کی جنگ میں لیا گیا، خیبر کی روداد آپ کو معلوم ہے، تفصیل نہیں بیان کروں گا، اکیسے علیؑ تھے آج، مورخ جوچاہے لکھے، مگر خیبر Minus (منفی) علیؑ، خندق Minus علیؑ، ہجرت Minus علیؑ، دعوتِ ذوالعشرہ Minus علیؑ، بدر و احد Minus علیؑ، قیامت تک سمجھ میں نہیں آئیں گی یہ باتیں! —!

علیؑ نے ارشاد فرمایا: میرا آخری (ساتواں) امتحان اُس وقت لیا گیا جب ساری اکثریت کفارِ مکہ کی مجھے گھیرے ہوئے تھی، وہ ننگے ہو کر خانہ کعبہ کا طواف کرتے تھے، وہ برابر خانہ کعبہ میں جاتے تھے، رسولؐ نے مجھ سے کہا کہ جا کر کعبہ، سورۃ برأت (مورۃ توبہ) لے کر جاؤ اور اُن سے کہدو کہ خانہ کعبہ میں آج سے مشرکین نہیں آئیں گے۔ میں نے جا کر اعلان کیا، مشرکین نے تلواریں کھینچ لیں، میں اکیلا تھا، رسولؐ ساتھ نہیں تھے، میں مکے میں اکیلا تھا، مگر

جب میں نے تلوار کے قبضے پر ہاتھ رکھا تو سب سمجھ گئے، یہ تو فاتح خیبر ہے یہی
قاتلِ مرجب و عنتر ہے، اسی نے عمرو ابن عبدود کو قتل کیا ہے یہی کسی کو نہیں
چھوڑے گا۔ یہ سات امتحانِ نبی کی زندگی میں ہوتے۔

فرمایا: سات امتحان میرے نبی کے بعد لیے گئے، رسول کی آنکھیں
بند ہوئیں، میں اکیلا تھا، میں پریشان تھا کہ ابھی ابھی مسجد میں اتنا مجمع تھا اور اب
کوئی نہیں ہے، اب رسول کی لاش پاکیزہ ہے اور میں ہوں۔ میں نے غسل دیا،
میں نے جنوٹ لگایا، میں نے کفن پہنایا، میں دفن کرنے کے لیے چلا اور دنیا
کہہ رہی تھی، علیؑ آؤ انصار مدد کرنے کے لیے تیار ہیں، خلافت بٹ رہی ہے۔
میں نے کہا کہ میں اس پاکیزہ لاش کو تو چھوڑ نہیں سکتا، یہ بعد رسول میرا پہلا
امتحان تھا۔ !

دوسرا امتحان وفاتِ رسول کے تیسرے دن ہوا، فاطمہؑ زہرا کا گھر
جلنے لگا، گھر کا دروازہ جلا، میں وہی فاتح خیبر تھا، مگر میں سوچ رہا تھا کہ
کیا کروں، میرے گلے میں رستی تھی، میرا امتحان لیا گیا کہ میں صبر کروں، رسول کی
ذریت کو کوثر بننا ہے، رسول کو ابتر نہیں ہونا ہے، اگر میں تلوار نکالوں گا تو نبیؐ
کے نواسے قتل کر دیے جائیں گے، میں نے صبر کیا۔ میں ڈر گیا کہ کہیں یہ حسن اور
حسین کو قتل نہ کر دیں۔ میں نے صبر کیا۔

میرا تیسرا امتحان اُس وقت لیا گیا جب فاطمہؑ زہرا نے دربار میں فرمایا:
کہ میرا حق چھین لیا گیا ہے، یا عثلی تم نے دیکھا، فذک چھین لیا گیا، میں
چُپ تھا، اس لیے کہ اگر میں جنگ کرتا تو اسلام ختم ہو جاتا، عیسائی اور یہودی
مدینے پر قبضہ کر لیتے، میں چُپ ہو گیا اور بار بار سے نکل کر زہراؑ کی قبر پر
گتیں، اور کہا: بابا! آپ کے بعد مجھ پر وہ مصیبتیں پڑیں کہ اگر روزِ ہائے روشن پر

پڑتیں تو وہ دن شبِ تار ہو جاتے، اس امتحان میں بھی علی صابر رہا۔ اور پھر میرا چوتھا امتحان لیا گیا۔ شوریٰ میں، ایسے لوگوں کے ساتھ میرا نام ڈال دیا گیا کہ میں نہیں چاہتا کہ ان لوگوں کی تفصیل دوں۔ علی کتنے بلیغ ہیں، علی نے کسی اور واقعے کا ذکر نہیں کیا، شوریٰ کا ذکر کیا۔ خطبہ شقشقیہ میں بھی آپ نے شوریٰ کے ذکر پر ایک آہ کی اور فرمایا: ”ہائے علی اور شوریٰ“ علی کا نام ان لوگوں کے ساتھ آئے، — !

اس کے بعد میرے تین امتحان اور اللہ نے لیے۔ ایک جمل میں، یہ پانچواں امتحان تھا۔ چھٹا امتحان صفین میں، ساٹواں امتحان نہروان میں لیا گیا اور میں دیکھ رہا تھا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو نماز پڑھ رہے ہیں، روزہ رکھ رہے ہیں، جن کی پیشانیوں پر سجدوں کے نشان ہیں، اور میں دیکھ رہا تھا کہ یہ قتل ہو رہے ہیں فقط اس لیے کہ انھوں نے اطاعتِ معصوم سے انکار کر دیا تھا۔ چودہ امتحان میں نے دیے، اب صلہ کیا ہے، اب محشر میں صلہ کیا ہے، اب اگر علی اعراف کی بلندیوں پر جائیں تو پیشانیوں کو دیکھ کر پہچانیں کہ تم ادھر جاؤ، تم ادھر آؤ، — علی رُحل ہیں — وہ رُحل جو خیر میں آیا، — وہ علی جو جنت اور جہنم کے درمیان میں آتے تو تقسیمِ جنت و النار، جنت اور دوزخ کی تقسیم کرتا جائے اپنی محبت اور عداوت پر، اگر کوثر پر آئے تو ساقی کوثر بنے، اگر پیغمبر کے پاس آئے تو صاحبِ لواءِ محمد بنے، اور اگر آپ غالب کی صد سالہ برسی منانا چاہتے ہیں تو غالب کا شعر ہمیشہ یاد رکھیے :-

میگویم و ہر آئینہ گویم ہزار بار

کارِ خدا بعرصۂ محشر کند علیؑ

دل تو چاہتا تھا کہ غالب کو مسلسل پڑھا جائے، مگر ہوتا کیا ہے، اقبال پر

(۱۳۲)

ساری تقریریں کر ایک صاحب اسی جگہ سے یہ کہتے ہوئے اُٹھے، یہ بھی وہی نکلا، جب اقبال پر میں نے پوری تقریر کی توجیب سارے اشعار پڑھے تو یہاں سے ایک صاحب یہ کہتے ہوئے اُٹھے، یہ بھی وہی نکلا، تو غالب کے متعلق تو دنیا جانتی ہے :-

غالب نام آورم، نام و نشانم میسر
ہم اسد اللہ ام و ہم اسد اللہ ہیم

منصور فرقہ علی اللہیاں منم
آوازہ انا اسد اللہ در افگنم

از زندہ گوہرے چوں من اندر زمانہ نیست
خود را بنجاک ر بگذار حیڈر افگنم
یہ غالب ہیں ان کو شروع سے آخر تک سمجھنے کی کوشش کیجیے، اور یہ شعر سمجھنے کی کوشش کیجیے :

دلِ حسرت زدہ تھا مائدۂ لذتِ درد
کام یاروں کا بقدر لب و دندان نکلا
یہ غالب کا شعر، علی کی تاریخ ہے، غالب کے شعر آپ نے سُنے یہ غالب کا عقیدہ ہے، یہاں تو بات بات پر کفر کا فتویٰ ہے، ہو سکتا ہے غالب پر کفر کا فتویٰ لگا دیں۔ بہر حال غالب نے اُردو ادب پر احسان کیا ہے اور اُس احسان کو وجہ یہ ہے کہ محبتِ علیؑ دل میں تھی، — !!

بہر حال، جنت و دوزخ کی تقسیم علیؑ کے ہاتھ میں، لواۃ الحمد علیؑ کے

ہاتھ میں، ساقی کوثر میں عسلی، رجالِ اعزاف میں عسلی۔ ایسے ذمے دار معصوم سے کوئی حدیث کو لے کر یہ کہے :-

”مَنْ بَكَى عَلَى الْحُسَيْنِ أَوْ ابْنِهِ أَوْ تَبَاكَ وَجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ“

کسی کے دل میں آگ کیوں لگتی ہے، کوئی گھبراتا کیوں ہے، جو روئے حسین پر ہم اُس پر جنت کو واجب کریں گے۔“ رو نہیں سکتا جب تک کہ محبت نہ ہو، محبت آ نہیں سکتی جب تک کہ اخلاص نہ ہو، اخلاص ہو نہیں سکتا جب تک کہ دامن سے وابستگی نہ ہو، دامن سے وابستگی ہو نہیں سکتی جب تک کہ محبوب کی مرضی پر زندگی نہ ہو، اس لیے کہا، حسین پر رونے والے کے لیے جنت واجب ہے۔ ہم کو یقین ہے ہمارا مقام کہاں ہے، ہم کو یقین ہے ہمارے منازل کہاں ہیں، ہم نے پیغمبرؐ کی آنکھوں سے دیکھا ہے، ہم نے علیؑ کی آنکھوں سے جنت کو دیکھا ہے بخاری سے ایک روایت سنیں، پیغمبرؐ ایک روز مسجد میں خطبہ دے رہے تھے ارشاد فرمایا :-

”خدا کی قسم میں حوضِ کوثر کو اس وقت دیکھ رہا ہوں“

اور عسلی ارشاد فرماتے ہیں :-

”مشفقین کے دل جنتوں میں ہیں۔“

جنت صرف حر و قصور کا نام نہیں ہے، جنت صرف کوثر و تسنیم کا نام نہیں ہے، جنت اُس محبت کا نام ہے جو انسان کو کیف دے، جو انسان کو وجد دے، جو انسان کو دنیا کی ہر شے سے غافل کر دے، یا علیؑ یا حسینؑ !

نو محرم — تا سو عا، — حسین نزعہ اعداء میں گھر چکے ہیں

— تقریر ختم ہو رہی ہے، جلوس کا وقت قریب ہے، علیؑ کا چوڑہ مرتبہ امتحان لیا گیا، کوئی علیؑ کا دوست ہے جو یہ کہے کہ اُس کا کتنی بار امتحان لیا گیا، اگر

نہیں کہہ سکتا ہے تو ہر وقت امتحان کے لیے تیار رہے، — تا سوعار نویں
 محرم ہے، حسین نرغہ اعداء میں گھر گئے، ہر طرف سے گھر گئے، ہر تاریخ کو ایک ایک
 شہید کی مصیبت پڑھی گئی، کسی دن علی اکبر کی مصیبت پڑھی گئی، کسی دن قاسم
 کی مصیبت پڑھی گئی، کسی دن عباس کی شہادت پڑھی گئی، لیکن اب حسین اکیلے
 ہیں، دایہ جانب دیکھا، بائیں جانب دیکھا، ایک ایک دوست کو آوازیں دے،
 مسلم ابن عوسجہ، حبیب ابن مظاہر، زُبیرِ قین، عباس، شیبہ شاکری! قاسم!
 علی اکبر! عباس! کسی نے جواب نہیں دیا، بے اختیار آوازیں کوئی ہے میری
 سواری کا لانے والا! کسی نے جواب نہیں دیا، گھوڑا گردن کو ڈالے ہوئے امام کی خدمت
 میں حاضر ہوا، پردہ الٹ کے بہن باہر آگئی، اور یہ کہتی ہوئی آئیں، بھائی! کیا اب
 آپ نے عزم کر لیا ہے کہ ہم کو خدا پر چھوڑ دیں، اچھا بھائی اگر ایسا ہے تو بہنوں سے
 ملتے جاتے، بیمار بیٹے سے رخصت ہو لیجئے، حسین ابن علی خیمے میں آئے، پہلے
 عابد بیمار کے پاس آئے دیکھا بیمار بیٹا بے ہوش پڑا ہے، بیٹھ گئے اور سیدھا بازو
 تھام کر سورۂ حمد کی تلاوت کی، بیمار بیٹے نے آنکھیں کھولیں اور کہا: بابا — !
 کیا چچا عباس نے شہادت پائی، کیا علی اکبر شہید ہو گئے، قاسم شہید ہو گئے؟
 عون و محمد شہید ہو گئے، بابا کیا آپ اکیلے ہو گئے؟ فرمایا: ہاں سیدِ سُبَّار! اب
 کوئی نہیں ہے۔ اتنا سننا تھا کہ عابد بیمار بستر سے اٹھ کر کھڑے ہو گئے، حسین
 نے کہا بیٹا تم کو میرے حق کی قسم لیٹ جاؤ، کہیں زمینِ حجتِ خدا سے خالی نہ ہو
 جاتے، ہاں عابد بیمار جب مدینے جانا میرے دوستوں کو میرا سلام کہنا، اور کہنا
 جب کسی غریب کی مصیبت کو سننا تو مجھ پر رو لینا، جب ٹھنڈا پانی پینا تو میری
 پیاس کو یاد کرنا — ” امام مظلوم، ” عابد بیمار کے پاس اُٹھے اُمّ لیلیٰ کو
 دیکھا، اُمّ فروہ کو دیکھا، اُمّ کلثوم کو دیکھا، زینب کو دیکھا اور اب آوازیں دے۔

يَا زَيْنَبُ وَيَا اُمَّكُلْتُوْمُ وَيَا سَكِيْنَةً وَيَا رَقِيَّةَ عَلِيْكُنَّ
مِنِّي السَّلَامُ

تم سب پر میرا سلام، تم سب پر حسین کا سلام آخر، زینب آگے بڑھیں
بھائی میں کچھ عرض کرنا چاہتی ہوں، بیٹھ جائیے، حسین ابن علی زمین پر بیٹھ
گئے، زینب تین مرتبہ بھائی کے گرد پھر کر کہنے لگیں ذرا گلے کو بلند کیجیے، بہن نے
بھائی کے گلے کے بوسے لیے اور کہا یہ اماں کی وصیت تھی، اماں نے کہا تھا کہ
زینب! جب حسین رخصتِ آخر کے لیے آئے تو میری طرف سے حسین کے گلے
کے بوسے لینا، —

ہزاروں آدمی دھوپ میں کھڑے ہیں — بس اتنا کہہ سکتا ہوں
کہ تمہارا امام دھوپ میں کھڑا ہوا ہے، مجھے احساس ہے کہ آپ کو زحمت ہو
رہی ہے، خواتین اور بچوں کو زحمت ہو رہی ہے، دھوپ بہت تیز ہے، گرمی
ہے، پیاس لگ رہی ہوگی، کچھ دیر صبر کر لیجیے — محمدؐ کی نوتاخ آگئی
جہان کی رخصت قریب ہے، بس اس طرح رخصت کرو کہ زہراؑ تم سے مطمئن جائیں
آج کی رات قدر کی رات ہے ایک ایک لمحہ آنسو چاہتا ہے، ہاتے حسین،
ہاتے حسین — مولا! اگر زندہ رہیں گے تو اگلے سال پھر یہ غم ہوگا —
آپ کی بارگاہ میں آئیں گے، — !!

حسین نے سب کو رخصت کیا، بہن نے خیمے کا پردہ اٹھایا، حسین
گھوڑے کے قریب آئے، رکاب میں پاؤں رکھا، پشتِ زین پر بلند ہوئے
ایک مرتبہ آواز دی ذوالجناح! یہ میری آخری سواری ہے، اب زحمت نہ دلا
گا — ذوالجناح — چلا اور رکا، پوچھا: چلتا کیوں نہیں ہے، اُس
نے سر کو جھکا لیا، حسین نے جھک کر دیکھا، ایک تین برس کی بچی گھوڑے کے

قدموں سے لپٹی ہوئی پکار رہی ہے، بابا! نہ جاؤ، بابا! نہ جاؤ، ٹھہرو بابا،
 — حسین ابن علی گھوڑے سے اترے، کہا، سکیئنہ — کیا بات؟
 سکیئنہ، کیوں روکتی ہو بیٹی، — سکیئنہ مجھے جانے دو، شاید پانی مل جائے
 تمہارے لیے، تم بہت پیاسی ہو، یہ سنتے ہی دل گئیں، ڈر گئیں — کہا:
 بابا پانی کا نام نہ لیجیے، چچا بھی یہی کہہ کر گئے تھے، — اب تک نہیں آئے
 چچا، بابا میں پیاسی مر جاؤں گی، آپ نہ جائیں بابا، بچی کو گود میں لیا، اور کہا
 سکیئنہ بی بی دیکھو اگر زمین پر ٹھوکر ماریں تو چشمہ آب جاری ہو سکتا ہے۔ یہ
 کہہ کر زمین پر ٹھوکر ماری چشمہ جاری ہوا، حسین نے ایک کوزہ آب بھر لیا، کہا
 لو سکیئنہ پی لو، مگر بیٹی ذرا سامنے دیکھو، اب جو سکیئنہ نے دیکھا، لاکھوں انسان
 ہیں جن کی زبانیں شدت تشنگی سے باہر نکل آئی ہیں، کہا، بابا! یہ کون ہیں جو مجھ
 سے زیادہ پیاسے ہیں؟ کہا، سکیئنہ! اگر تم آج پانی پی لو گی تو یہ قیامت میں پیاسے
 رہ جائیں گے، یہ ہمیشہ پیاسے رہ جائیں گے، سکیئنہ! آج پانی نہ پیو۔ اتنا
 سُنا تھا کہ کوزہ آب سکیئنہ نے پھینک دیا، سکیئنہ کے چچا نے چٹوڑیں پانی لیکر
 پھینکا تھا یا سکیئنہ نے کوزہ آب پھینک دیا۔ وہ چچا ہے، یہ بھتیجی ہے،
 سکیئنہ باپ کے دامن سے لپٹ گئیں، کہا بابا! آپ پھر واپس آجائیں گے؟
 ہاں بیٹی ہم کوشش کریں گے — !!

مگر جب ذوالجناح آیا، زین ڈھلی ہوئی تھی، باگین کٹی ہوئی تھیں، سکیئنہ
 گھوڑے کے قدموں سے لپٹ گئیں — ذوالجناح! میرا بابا نہیں آیا۔



مجلس عاشورہ

إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ رِضًا بِقَضَائِهِ وَتَسْلِيمًا لِأَمْرِهِ
الْسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا أَبَا عَبْدِ اللَّهِ السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا بُنَى رَسُولِ اللَّهِ السَّلَامُ
عَلَيْكَ يَا بُنَى فَاطِمَةَ الزَّهْرَاءُ سَيِّدَةَ الْعَالَمِينَ السَّلَامُ عَلَيْكَ
وَعَلَى جَدِّكَ وَأَبِيكَ وَأُمِّكَ وَأَخِيكَ وَعَلَى الْأَئِمَّةِ مِنْ بَنِيكَ
وَالْسَّلَامُ عَلَيْكَ وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ

میں نے پہلے فرزند رسول کو سلام کیا اب آپ حضرات کو عرض کروں گا کہ بہت تکلیف دی۔
بہت تکلیف دی مسلسل آتے رہے اب کوئی آپ کو رحمت نہیں دے گا۔ اب کوئی آپ کو تکلیف نہیں
دے گا مگر آج کے بعد خود ڈھونڈتے پھریں گے ایک بے حسنی سی محسوس ہوگی کہ ہائے اب یہ وقت کیسے بھر
ہو۔ ظاہر ہے کہ میں نے کل ہی عرض کیا تھا کہ میں دسویں محرم کو دعا کرنے کا عادی نہیں ہوں۔ دعا
نہیں کروں گا۔ وہ آپ کے احوال سے آپ کی شہزادی باخبر ہے اس لئے میں دعا نہیں کروں گا۔
اب وہ آپ کے دل کا خلوص آپ کی آواز میں دعا نہیں کروں گا۔ مگر میری ایک تمنائے معلوم نہیں
یہ مہلت آپ کو موقع دے کہ نہ دے۔ برسوں گزر گئے برسوں گزر گئے مجھے چھینے چھینے عاشورہ کے دن
فقط اتنی تمننا رہتی ہے کہ یہ مجمع ہو حسین کا ذکر ہو اور بی بی فاطمہ آجائیں۔ اور میں کہوں سواری آئی۔
حقیقت یہ کہ حسین ابن علیؑ نے ہم کو پہنچو یا ملت کو پہنچو یا حسین ابن علیؑ نے ملت اسلامیہ پر احسان کیا اور پھر
سجدہ اور تقرب نے ظاہر کر دیا کہ حسین ابن علیؑ یہ چاہتے تھے کہ اس معراج کمال انسانیت پر فائز ہو
کہ جہاں صرف وہ دوستان خدا فائز ہوتے ہیں جہاں یہ آواز دی جاتی ہے۔

يَا أَيُّهَا النَّفْسُ الْمَطْمَئِنَّةُ ۝ مِيرے بندوں میں داخل ہو جاؤ۔ اے صاحب نظر مطمئنہ
ارحبی الی ربک راضیتہ مرضیتہ ۝ فادخلی فی عبادی ۝ وادخلی جنتی ۝
تو بس یہ نہیں کہ بے اختیار آپ نے میدان میں پہنچ کر سر رکھ دیا ہو بلکہ آپ نے یہ بتلایا کہ فاتح ظہیر

کا بیٹا بھی ہوں۔ فاتح بدر و حنین کا بیٹا بھی ہوں۔ اس پیاس میں لڑوں گا اولاد کو کھوکھڑوں کا۔ چنانچہ اب جو حوالے دیئے جا رہے ہیں اس پر نظر رہے کہ رجب کی زیارت، نیمہ شعبان کی زیارت عیدین کی زیارت اور خصوصیت سے امام صادق نے کہا کہ اربعین کی زیارت اور زیارت میں فرزند رسولؐ سے یہ کہا کہ مولا آپ نے جہاد کا حق ادا کر دیا یہ زیارتوں کی گنتی ہے اور امیر المومنینؑ کی زیارت میں اسی طرح سے آپ پائیں گے مگر تفصیل کے ساتھ اس کا کل میں نے تذکرہ کیا کہ مولا آپ نے مارقین سے جہاد کیا، ناکشین سے جہاد کیا، قاسطین سے جہاد کیا، مگر جب اس سلسلے میں ایک بات اور وہ یہ کہ جہاد ہی وہ منزل ہے کہ جہاں انسان کمال جہاد پر اپنے وعدے کو وفا کرتا ہے اسی لئے اربعین کی زیارت میں امام نے کہا یہ کہو۔

اشھد انک وفیت بعہد اللہ وجاہدت فی سبیل اللہ حتی
اتاک الیقین ۵ میں گواہی دیتا ہوں کہ تو نے اپنے وعدے کو پورا کیا اور اللہ کی راہ میں جہاد کیا۔ جو حق تھا جہاد کا۔ امیر المومنینؑ، امیر المومنینؑ تشریف فرما میں کو فے میں اطلاع ملی کہ سفیان بن علی بن عواس کے سردار میں جو مسلمان تھا اس نے ابنہ پر جو فرات کے قریب ایک گاؤں تھا پھلہ چل کر دیا اور ایک ذمی عورت کے کان کی بالی اتار لی اور ایک مسلم عورت کی چادر کو چھینا ہے۔ تو بے اختیار آپ نے جو خطبہ دیا وہ نہج البلاغہ میں قیامت تک محفوظ رہے گا۔

”جہاد جنت کے دروازوں میں سے ایک دروازہ ہے جو خداوند علیؑ اپنے خاص بندوں کے لئے کھولتا ہے۔“ اور پھر آخری دن علیؑ کا صفین میں اور اس کے بعد علیؑ کی شہادت آخری خطبہ علیؑ کا نہج البلاغہ میں موجود ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا۔ عمار کہاں ہیں؟ ابن تیمہ کہاں ہیں؟ یہ ذوالشہادتین کہاں ہیں۔ جب سب شہید ہو چکے تھے ایک ایک کو آواز دی شہدا میں سے کہتے ہیں کہاں ہیں۔ پکار کے دو مرتبہ کہا۔ الجہاد۔ الجہاد۔ صفین کو جہاد قرار دیا۔ یہ خیال رہے کسی کے ذہن میں یہ بات نہ آئے کہ اگر۔ اگر اس طرح سے ختمی مرتبت کے پیغام کو پہنچاتے ہوئے کوئی اپنے دل میں یہ سمجھے کہ کلمہ گو ہے مسلمان ہے۔ نہیں کلی جیسا کہ عرض کر رہا تھا۔

یابہا النبی جاهد الکفار والمنافقین ۵ (سورہ توبہ آیت ۷۳)

توبہ جہاد کا سلسلہ تھا جو علیؑ اور حسینؑ کی خدمتوں میں اور ان کی کوششوں میں اور ان کے جد کے جذبے میں پایا گیا توبہ وہی منزل ہے کہ یہ نہیں کہہ سکتے کہ میدان کربلا میں پہنچے اور سر رکھ دیا۔
 نہیں جہاد کیا اور جدوجہد کی اور اسی جدوجہد کا نتیجہ یہ ہے کہ اس کو صحیح معنی میں مجاہد کہتے ہیں وہ
 ایک جہاد کرنے والا جس کی دنیا میں فطرت نہیں ہے مگر افسوس یہ ہے کہ الفاظ کا استعمال کچھ اس طرح
 سے ہوتا چلا اور اردو، فارسی اور عربی ادب سے نادانف احباب نے جب قلم کا استعمال شروع کیا تو
 انہوں نے وہ راہیں اختیار کیں جو قوم تو قوم خود میرے لیے تکلیف دہ ہو گئیں اور مجھے تکلیف اس دن
 ملی جب میں نے پانچویں محرم کو ایک محترم نمبر دیکھا ندائے بلتستان کا اس میں میری تصویر تھی جس
 تصویر کی مجھے ضرورت نہیں ہے۔ میں دلوں میں ہوں چراؤں گانہ بھی رہوں گا مجھے ضرورت نہیں تھی
 مگر اس کے نیچے لکھ دیا سفیر شہداء میں نے منور عباس صاحب ایڈووکیٹ سے کہا تھا کہ جا کے
 کہو میری آواز ساتھ نہیں دے رہی ہے کہ مجھے دکھ ہوا مجھے تکلیف ہوئی اس لئے کہ سفیر شہداء
 فقط مسلم بن عقیل کا نام ہے الفاظ کے غلط استعمال سے ہم کو تکلیف ہوتی ہے کم از کم میری حد تک تو
 دنیا دہ دار ہوگی۔ اک تار مجھے دیارات میں فروغ عزانے کہ میں منبر پر عرض کروں آپ کی خدمت میں
 کہ میرا کیا موقف ہے میرا موقف یہ ہے کہ خدا اور رسولؐ گواہ ہیں ذات عزوجل گواہ ہے کہ مجھے اپنے حرف
 نام سے کوئی پکارے مجھے قطعاً پسند نہیں ہے یہ بات۔ مجھے دکھ ہوا تکلیف ہوئی اور رنج
 سی محسوس ہوئی کہ لکھنے والے نے سفیر شہداء لکھ دیا اور اب منور عباس صاحب نے ساتھ میں
 کہا تھا کہ جنہوں نے بغیر میری کسی تحریر کے میرے نام سے پیغام بھی دے دیا اور اسی ندائے بلتستان
 نے گزشتہ سال میرے نام کو میرا پیغام بھی چھاپ دیا تھا اور میرے دستخط بھی کر دیئے تھے اس لئے
 ظاہر ہے کہ میں ان کے متعلق تو کچھ نہیں کہتا ہر ایک اپنا اپنا راستہ جانتا ہے مگر کم از کم میری حد تک
 میں معروضہ کروں گا کہ میرے نام کے ساتھ کوئی لفظ ایسا نہ لکھا جائے اور اگر وہ نہ کاٹ سکیں اور
 اگر آپ لینا چاہیں تو اس کو کاٹ کر لیں اس لفظ کو کاٹ کر لیں آپ نے سن لیا میری مراحت ہے

یہ اور مجھے اس کی ضرورت اس لئے نہیں ہوئی کہ مجھے کہا گیا ہے کہ میں کہوں نہیں۔ مجھے تکلیف ہوئی مجھے دکھ ہوا اس لئے کہ میں جب خود یہ جانتا ہوں کہ جو الفاظ معصومین کے لئے ہیں اگر وہ کسی کو دے دیئے جائیں تو مجھے جو تکلیف ہو سکتی تھی وہی ہوئی اور تو می نظم و نسق کے لئے یہ لازم ہے کہ جو قوم کے خدمت گار کوئی درخواست کریں کوئی خواہش کریں تو ان کو اہل قلم حضرات غور سے سنیں اور ضلع نہ کریں اب بھی وقت ہے اور اگر پریس میں پرچہ ہے ظاہر ہے جیسا کہ میں سن رہا ہوں اس لفظ کو حذف کیا جائے یا تصویر ہٹا دی جائے۔ اب رہا ہم ہمیشہ ایک کا ثبوت دیتے رہے زندگی گزر گئی ہماری ایک ثبوت وہ یہ کہ محبت مولانا مفتی مولانا کی مرضی ان کی محبت ان کی معرفت اور اسی میں اپنے وقت کو گزار رہے ہیں اور خدا اور رسولؐ گواہ ہیں خدا قدوس لم یزل ولم یزال کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اگر اسی مفتی مولانا کے ڈھونڈنے میں اگر موت آجائے تو پیچھے نہیں ہٹیں گے مگر۔ مگر حسین کا نام لے کر ان کا ماتم کرتے ہوئے کبھی یہ چاہنے کی کوشش نہیں کریں گے کہ جارحیت ہو کبھی یہ چاہنے کی کوشش نہیں کریں گے کہ کہیں بار بار کہتا ہوں ہر سال کہتا ہوں آج پھر کہتا ہوں کہ آپ پر بیعت پر سیں یا آگ آئے اپنے راستے سے جائیے۔ اپنا راستہ اختیار کیجئے۔ دیکھتے رہیے دنیا کو ارے جہاں سر حسینؑ پر پیغمبر آئے تو ہم کو کیا تکلیف ہو مسلسل باوجود اس خشکی کہ ہر آن ٹیلیفون پر رہتا ہوں میں چل نہیں سکتا ہوں۔ ہر آن ٹیلیفون پر رہتا ہوں کٹر وول سلسل اطلاع دینا رہتا ہے کہ اب یہاں پہنچے اب یہاں پہنچے۔ اب یہاں پہنچے شام تک یہی تشویش رہتی ہے کہ آپ کس طرح سے جاتے ہیں آپ کس طرح سے چلتے ہیں مسرے دل کی آواز ہے کہ راستے سے سیدھے جائیں اور جو وقت دیا گیا ہے اس وقت کا خیال رکھیں ایک اور جو مرکز آپ کے ذہن میں رہے کہ یہاں نقصان پہنچا ہے تو وہاں گھبراہٹیں نہیں۔ پریشانی نہ ہوں۔ اپنا ماتم کریں۔ ماتم کریں آگے بڑھیں ایک ماتمی دستے اور دوسرے ماتمی دستے کے درمیان جبکہ نہ چھوڑیں مل کے چلیں۔ مل کے چلیں ناکہ دنیا دیکھے وہ یہ کہ ماتم کرنے والے کسی نظم و نسق کے ساتھ آگے بڑھتے ہیں۔ اور پھر ایک بات جو اسی سلسلے میں ہے کہ اگر کبھی کہیں کسی مقام پر یہ محسوس ہو کہ کسی علم یا ذوالجناح پر کسی نے کچھ چھینک دیا تو آپ کی ذمہ داری نہیں ہے قطعاً نہیں ہے آپ کی ذمہ داری آپ کی ذمہ داری ماتم۔ وہ آپ کے کارکنوں کی ذمہ داری ہے وہ آپ کے (ADMINISTRATION)

ایڈمنسٹریشن کی ذمہ داری ہر اس نظم و نسق کی ذمہ داری ہے۔ یہ حکومت کی ذمہ داری ہے اطلاع دینے والے
 کہ یہ ہوا مگر راستہ چھوڑ کر گلیوں میں جانا مناسب نہیں ہر دیکھنے ایک عجیب بات وہ یہ کہ آج آپ بھی جلوس نکال
 رہے ہیں اور میرے سنی بھائیوں کا بھی جلوس نکل رہا ہے جلوس تو ہے نہ کسی اور کے نام سے تو نہیں ہے
 دیکھو کہاں تک بات سگئی دینار روک رہی تھی کہ ارے شیعہ سبیل بناتے ہیں ارے سنیوں سبیل نہ بناؤ، مگر
 سنیوں نے مان لیا نہیں ہر سال دیکھتے جانیے ان کی سبیلوں میں اضافہ ہوا ہے جہاں جاتے ہیں سبیل جہاں
 دیکھتے ہیں علم جہاں دیکھتے ہیں برابر۔ برابر یہی سمجھا ہوا ہے کہ پیاس پیڑ سبیل ہے یہ اس امام کی جہاں
 سبیل میں نہیں بالکل اسی طرح ان کو روکا گیا ارے تم کیوں جلوس نکالتے ہو۔ تم کیوں جلوس نکالتے ہو جلوس
 وہ نکالے جو ماتم کرے تو کوئی رک گیا۔ نہیں۔ نہیں وہاں بھی الحمد للہ تعداد میں اضافہ ہو رہا ہے اور یہ خوش
 ہوں۔ کاغذ کی طرح ہے کاغذ کے تابوت کاغذ کے مینار اور اسی طرح سے وہ پکارنے ہوئے جاتے ہیں یہ
 کس کا جلوس ہے کسی اور کے نام سے ہے وہ پیچھے آ رہا ہے آچو اجازت دی اور کہا جب آپ گذر جائیں تو
 اس جلوس کو موقع دیا جائے وہ بھی جا رہے ہیں تو اس لئے آپ اپنے وقت سے جائیں کہ اپنے وقت پر آئیں۔
 تو اس لئے ہم کو چاہیے کہ ایک ایسی کیفیت رہے برادرانہ کہ جہتی ہم نے اس طرح سے اس کا حق ادا کیا وہ اس طرح
 سے اس حق کو ادا کر رہے ہیں چلو آج سب مل کر دوسو محرم کو منائیں آپ نے میری معروضات کو سن لیا میرے
 پیغامات کو سن لیا میں ظاہر ہے کہ معذرت خواہ ہوں کہ مجھ سے حق ادا نہ ہو سکا میں نے مجلسیں پڑھیں مگر میری
 کوتاہی نہیں ہوئی ظاہر ہے کہ اس عالم میں جبکہ میرے محتاج مسلسل یہ کہہ رہے ہیں کہ اب آپ مجلس نہیں پڑھ
 سکیں گے اب آپ مجلس نہیں پڑھ سکیں گے میں نے ضد کی مجلس پڑھی آج یہاں تک پہنچ گیا اور
 مالک کی بارگاہ میں سجدہ ریز ہوں کہ اُس نے مجھے یہ موقع عطا کیا کہ میں فاطمہ کے لال کی خدمت میں دست بستہ
 عرض کروں کہ فاطمہ کے جانی کہ مجھ کو خدمت نہ ہو سکی فاطمہ کے لال مجھ کو خدمت نہ ہو سکی جلتے ہیں ولا خدا حافظ
 عباس خدا حافظ۔ علی اکبر خدا حافظ عون و محمد امرباب کے شیر خوار بچے خدا حافظ۔ آپ ہمارے مہمان
 تھے مولا، ہمارے گھروں میں آبادی تھی۔ آپ جا رہے ہیں خدا حافظ۔ خدا حافظ ہم جس انداز میں خدا حافظ
 کہہ رہے ہیں کیا اسی طرح رخصت آخر بہن نے بھی کہا ہو گا ارے بہن تو تڑپ گئیں بچے تڑپ گئے۔
 حسین نے کہا اب ہم جانتے ہیں۔ اب ہم جانتے ہیں فاطمہ کالال چلا۔ فاطمہ کالال چلا خوب بڑائی ہوئی

خوب لڑائی ہوئی۔ جناب زینبؓ نے عبداللہ ابن جعفرؓ سے کہا عبداللہ میں شاہد عینی تھی اپنے بھائی کی لڑائی کی۔ میں تنہا تھی اور میں پردے کو اٹھا کے دیکھ رہی تھی میرا بھائی کبھی میمنہ پر جانا کبھی میسرہ پر جانا کبھی قلب پر جانا اور بار بار یہ کہتا پیاسے کی لڑائی دیکھو جس کا جوان بیٹا مر گیا اس کی لڑائی دیکھو جب لڑائی ختم ہوئی آسمان کی طرف سر کیا حسینؑ نے وقت دیکھا اور کہنے لگے ہاں ہاں وقت آگیا۔ وقت آگیا۔ وعدے کے پورا کرنے کا وقت آگیا۔ تلوار کو نیام میں رکھا زخمی ہوتے چلے سینہ زخمی گلا زخمی ساعد زخمی بازو زخمی پیشانی زخمی اور پھر پشت ذوالجناح پہ چھومتے چلے اور دونوں ہاتھ ذوالجناح کے گلے میں ڈال کر کہا ذوالجناح علی اکبرؑ کے بازو اتار دے علی اکبرؑ کے بازو علی اکبرؑ کے پاس اتار دے ذوالجناح آہستہ آہستہ چلا ایک مقام پر پہنچ کر ذوالجناح رکا اور دو ہاتھ کانپتے ہوئے نکلے زمین سے۔

اُن ہاتھوں کا ملا جو سہارا حسینؑ کو
مرب نے بے تکان اتارا حسینؑ کو
نیزہ سنان نے دوڑ کے مارا حسینؑ کو
پھر تو رہا نہ ضبط کا یارا حسینؑ کو
بیٹھا جو ذوالجناح کہ آپ اُتریں زمین سے

دو ہاتھ کانپتے ہوئے نکلے زمین سے (مرزا ادبیر)
میرا مولا بیہوش ہو گیا۔ دیر تک بیہوش رہے۔ دیر تک بیہوش رہے اس کے بعد جب آنکھ کھلی قابل کو سرمانے دیکھا اجازت نہیں دی پیشانی۔ پیشانی مٹی پر رکھ دی اور کہا الٹی ہیں نے اپنے وعدے کو پورا کیا اب تو بھی اپنے وعدے کو پورا کرو، تیری قصدا پر راضی ہوں تیرے حکم کو تسلیم کرتا ہوں اور پروردگار میں تیرے امتحان میں پورا اتر چکا۔ کوئی معبود نہیں ہے سوائے تیرے، اور اس کے بعد آہستہ آہستہ کچھ کہہ رہے تھے بعد میں کسی نے قابل کو بچھا، قابل آہستہ آہستہ کیا کہا۔ کہا تین مرتبہ کہا عباس۔ عباس۔ اے عباس مگر عباس تو نہیں آئے بہن لگئی۔ اس روایت پر خصائص زمین میں عمار نے دستخط کئے ہیں جس پر ابو الحسن اصفہانی کے بھی دستخط ہیں بہن آگئیں اور چلائی ہوئی آئیں کہ سیدنی کو راستہ دو فاطمہ کی بیٹی کو راستہ دو محمد کی لڑکی کو راستہ دو، ایک مرتبہ دوسرے دیکھا بھائی کی لاش تڑپ رہی ہر پکار کے کہا۔ انت انھی، کیا تو میرا بھائی ہے۔ آواز آئی۔ آؤ۔ آگے بڑھ گئیں آستینوں کو الٹ دیا اور دونوں زانوں پر رہتی پر رکھ دیئے اور بھائی کی لاش کو ہاتھوں پر بلند کیا۔

نوٹ: اس مرتبہ میں کس کی زبان سے یہاں نے پانی یہ آبرو، یہ بند ہے۔

END